ہفت روزہ

الفتح

کراچی

میری سرحد کو میرا لہو چاہیے

۱۶ - ۲۳، دسمبر ۱۹۷۱

قیمت : ۵۰ پیسے
ہوائی ڈاک سے ۷۵ پیسے



ذرہ ذرہ زمیں کی قسم

محمود شام

اے وطن تیرے ہر اک مکیں کی قسم
اے وطن ذرّہ ذرّہ زمیں کی قسم
اپنے ایماں کی اپنے یقیں کی قسم
کتنی سنگین دشمن کی یلغار ہو
اور عدو چاہے کتنا ہی مکّار ہو
کتنا بھرپور، کتنا کڑا وار ہو
سر کٹیں گے مگر سر جھکیں گے نہیں

اے وطن تیرے ہر اک مکیں کی قسم
اے وطن ذرّہ ذرّہ زمیں کی قسم
اپنے ایماں کی اپنے یقیں کی قسم
تجھ پہ قربان ہے عزت و آبرو
اپنے جسموں میں ہے جس قدر بھی لہو
اس کا مالک ہے تو اس کا مالک ہے تُو
تو ہے زندہ تو پھر کون زندہ نہیں

اے وطن تیرے ہر اک مکیں کی قسم
اے وطن ذرّہ ذرّہ زمیں کی قسم
اپنے ایماں کی اپنے یقیں کی قسم
وقت آیا ہے جاں سے گزر جائیں گے
تیری خاطر زمانے سے ٹکرائیں گے
اپنا حق ہر ستم گر سے منوائیں گے
فتح مظلوم کی ۔ ہار ظالم کی ہے

اے وطن تیرے ہر اک مکیں کی قسم
اے وطن ذرّہ ذرّہ زمیں کی قسم
اپنے ایماں کی اپنے یقیں کی قسم

اداریہ

نہ اعلانِ تاشقند

نہ اعلانِ واشنگٹن

جنگ تادمِ تحریر جاری ہے۔ بھارتی توسیع پسندوں اور روسی سوشل سامراجیوں نے طاقت کے بل بوتے پر بحرِ ہند پر برتری حاصل کرنے کے سہانے خواب کی تکمیل کے لئے برصغیر کے ستر کروڑ بھوکے ننگے اور پسماندہ عوام کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا ہے۔ اس خونی ڈرامے کے فریقین بے نقاب ہو رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے عوام پر واضح ہوتا جا رہا ہے کہ اس جنگ کے محرکات کیا ہیں اور نام نہاد بنگلہ دیش کے قیام کا پس منظر کیا ہے۔

جہاں تک پاکستان کے عوام کا تعلق ہے، وہ بھارتی اور اس کے حواری روسی حکمرانوں سے نمٹنے کا پورا پورا عزم کر چکے ہیں۔ ان کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ جنگ کو وسیلہ نجات مان چکے ہیں اور اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک بھارتی توسیع پسندوں کو عبرتناک شکست نہیں دیتے۔ روسی سوشل سامراجیوں کو ٹھکانے نہیں لگا دیتے اور امریکی سامراج کی ریشہ دوانیوں سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتے۔

اب یہ جنگ کسی اعلان تاشقند یا اعلان واشنگٹن سے ختم نہیں ہوگی یہ جنگ صرف اور صرف فتح کی صورت میں اختتام تک پہنچے گی۔ ممکن ہے کہ بظاہر بڑی طاقتیں سلامتی کونسل یا اقوام متحدہ کے ذریعے فائر بندی کروا دیں لیکن اب کی بار پاکستان کے عوام کا ردعمل اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ وہ وطن عزیز کو بین الاقوامی سازشوں سے پاک نہیں کر دیتے۔ یہ عمل ایک دو ہفتے یا ایک دو مہینے کے لئے نہ ہوگا۔ ایک طویل جنگ کے لئے پاکستان کے عوام کمربستہ ہیں۔ وہ مزید برداشت نہیں کر سکتے کہ امریکی سامراج یا روسی سوشل سامراج براہِ راست یا اپنے دلالوں کے ذریعے سرزمین پاک کو ناپاک عزائم کی لیبارٹری کے طور پر استعمال کرتے رہیں اور عوام کو جنگ کے شعلوں کا ایندھن بناتے رہیں۔

ان حالات میں عوام کو زیادہ چوکنا، ہوشیار اور خبردار رہنا ہوگا۔ انہیں جہاں سرحدوں پر اپنی جیالی افواج کے شانہ بشانہ بھارتی توسیع پسندوں اور روسی سوشل سامراجیوں کو نیست و نابود کرنا ہے وہاں اُن دشمنوں پر بھی کڑی نگاہ رکھنا ہوگی جو مملکت پاکستان کی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کے منافی سرگرمیوں کے ارتکاب کی درپردہ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ عوام کو پاکستان بچانا ہے۔ اس کے لئے خون دینا ہے۔ اس سے ہی اپنا وجود برقرار ہے۔ جو ہاتھ اس کی جانب بڑھے اسے آگے بڑھ کر کاٹ دیا جائے۔ جو ذہن اس کے خلاف سرگرم عمل ہو اس کو کچل دیا جائے۔

وقت سیاسی کارکنوں کو اُن کی سب سے اہم ذمہ داری یاد دلا رہا ہے۔ یہ ذمہ داری عوام سے قریبی اور گہرے رابطے سے پورا ہوگا۔ عوام کو حالات سے باخبر رکھا جائے۔ عوام کے ساتھ مرنے اور جینے کا عہد کیا جائے۔ اس عہد کو وطن کی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کے لئے نبھانے کے لئے تمام مساعی بروئے کار لائی جائیں۔

●

خدا کی بستی کے مظلوم عوام کا ترجمان

ہفت روزہ
الفتح
کراچی

جلد:— ۲ شمارہ:— ۳۱

۱۶-۲۳ دسمبر ۱۹۷۱ء

نگران
شوکت صدیقی
محمود شام

مدیر
ارشاد راؤ

معاونینِ خصوصی
ابراہیم جلیس، افضل صدیقی، عبدالحمید چھاپرا

مجلسِ ادارت
وہاب صدیقی - نعیم آروی

آرٹ ایڈیٹر
غلام نبی برمی

بدلِ اشتراک	فی پرچہ	سالانہ	ششماہی
	۵۰ پیسے	۲۵ روپے	۱۳ روپے
ہوائی ڈاک سے	۷۵ پیسے	۳۰ روپے	۱۶ روپے

بحرین، کویت:- ۶۰ فلس دوبئی قطر: ۷۵ درم
سعودی عرب: ۱۵ قرش - انگلستان ۲ شلنگ ۶ پنس

مقامِ اشاعت
ہفت روزہ الفتح ۸۰ ڈی، نرسری کمرشل ایریا
پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس کراچی-۲۹

ایڈیٹر پبلشر:- ارشاد راؤ
مطبع حقی آفسٹ پریس، لیاقت آباد۔ کراچی

عکاس: الطاف رانا

وطن کی جرّی ماؤں کو — سلام

سامع

سنو آواز آرہی ہے

وطن کا — ان جری ماؤں کو سلام۔ جن کی کوکھ نے کمال پور میں عہد شبیری نبھانے والوں کو جنم دیا۔

ان عظیم بہنوں کو سلام۔ جن کے جیالے بھائی ان کے آنچلوں کی حرمت پر مر مٹے۔

ان معصوم بیٹیوں کو سلام، جن کے ہاتھوں کی حنا کی خاطر ان کے عظیم باپ کمال پور کی دھرتی کو لہو کر گئے

ان سہاگنوں کو سلام، جن کے شجاع سرتاج۔ ان کے سہاگ امر کر گئے۔

ان بیٹیوں کو سلام۔ جن کے دلیر باپ، ان کے لئے نشان منزل بن گئے۔

ان شیر دل باپوں کو سلام جن کے سائے میں کمال پور کے بہادروں نے مادر وطن کا علم بلند رکھا۔

اے جری ماؤں، اے عظیم بہنوں، اے معصوم بیٹیو، اے سہاگنو، اے بیٹو، اے شیر دل باپو، پوری قوم آج تمہاری بہادری کے کارناموں پر یک دل یک جان ہو کر اپنا سلام کہتی ہے

"سلام کمال پور کے جیالوں کو۔
سلام کمال پور کے غازیوں کو۔
سلام کمال پور کے شیروں کو۔
سلام کمال پور کے شاہ زوروں کو۔
سلام کمال پور کے ہمت کے ستاروں کو۔
سلام کمال پور کے مردان حُر کو۔
سلام کمال پور کے مجاہدوں کو۔
سلام کمال پور کے محافظوں کو۔
سلام کمال پور کے جانبازوں کو
سلام کمال پور کے عاشقانِ وفا کو۔

جنہوں نے مکار، کمینے، ذلیل دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کا منہ توڑ دیا۔

جیالوں نے زیر شمشیر رقص وفا کیا۔

وہ رقص کہ جس سے عدو خاک میں مل گیا۔

وہ رقص کہ جس سے سر ٹکرانے والے پاش پاش ہو گئے

وہ رقص کہ جس سے کمال پور پر بڑھنے والا ہاتھ کاٹ دیا گیا

وہ رقص کہ جس سے کمال پور پر اٹھنے والی ہر آنکھ نکال دی گئی۔

وہ رقص کہ جس سے کمال پور پر بڑھنے والا ہر پاؤں جنبش سے پہلے شل کر دیا گیا۔

وہ رقص کہ جس سے بھیڑیئے اپنے ہی لہو میں ڈبو دیئے گئے

گواہ رہنا — اے سرزمین پاک
گواہ رہنا — پدما کے پانیوں
گواہ رہنا — کمال پور کے سبزہ زارو
گواہ رہنا — کمال پور کے چاند تارو
گواہ رہنا — کمال پور کی ماؤں، بہنوں، بیٹیو، باپو،

یہ وطن کی سالمیت کی جنگ۔

وطن کی عظمت کی جنگ۔

وطن کے دفاع کی جنگ میں اپنا آج ہمیشہ وطن کے کل پر قربان کرتے ہیں۔

یہ وطن کے ایک ایک انچ کی خاطر جان کی بازی لگا رہے ہیں

انہیں کوئی خوف نہیں کہ دشمن کتنے لاؤ لشکر کے ساتھ آیا ہے۔

انہیں کوئی فکر نہیں کہ ان کے گھر کتنی دور ہیں۔

ان کے لئے پورب بھی ایک ہے، پچھم بھی ایک ہے!

یہ سرزمین وطن کا سوال ہے۔

وطن کے تقدس کا سوال ہے۔

وطن کی حرمت کا سوال ہے۔

یہ وطن کی فولادی زرہ ہیں۔

یہ آخری سانس تک وطن کے دفاع اور عظمت کے لئے جی جان سے لڑتے رہیں گے۔

آخری قطرۂ خون تک کاری ضرب لگاتے رہیں گے۔

کاری ضرب — ضرب حیدری — ضرب اللہ اکبر۔

نوید فتح تک — فتح مبین۔ آخری فتح تک۔

کمال پور کے مجاہدو، دلاورو، جانبازو، دلیرو،

ہمیں تمہاری جرأتوں کی قسم
ہمیں تمہارے حوصلوں کی قسم
ہمیں تمہارے ولولوں کی قسم
ہمیں تمہاری استقامت کی قسم
ہمیں تمہارے استقلال کی قسم

کہ کسی دشمن کے ناپاک ارادے کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

ہم برہمن رام راج اور چانکیہ کے چیلوں کی مکاری اور عیاری سے پھیلائی ہوئی آگ کو ان کی چتا اور آخری چتا بنا دیں گے۔

ہم برہمنوں کی پیٹھ ٹھونکنے والے سوشل سامراج کی تمام سازشوں کو تہس نہس کر دیں گے۔

ہم اپنے وطن کی سالمیت اور خود مختاری کے تمام دشمنوں کو ملیامیٹ کر دیں گے۔

تمہاری جرأت، ہمارے لئے نقش دوام ہے۔

تمہاری استقامت، ہماری تاریخ کا روشن باب ہے

تمہارا جذبۂ حریت، ہماری نسلوں کی امانت ہے۔

کمال پور کے جانبازو — ہمارے دلوں کی گہرائیاں تمہیں سلام کہہ رہی ہیں۔

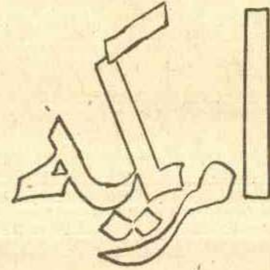
تم عظیم ہو۔

پاکستان عظیم ہے۔

پاکستان عظیم تر ہے۔

جیالے سجیلے دلیروں کا پاکستان۔ جانبازوں کا پاکستان جاں نثاروں کا پاکستان۔

قائم ہے، قائم رہے گا۔



امریکہ بھی درپردہ وہی چاہتا ہے
جو روس اور بھارت چاہتے ہیں

محمود شام

جب آپ یہ سطریں پڑھ رہے ہوں، ممکن ہے۔ اس وقت تک فائر بندی ہو چکی ہو۔

یا پھر تیسری عالمگیر جنگ شروع ہو چکی ہو۔

توسیع پسند بھارت کی جارحیت نے پوری دنیا کا امن خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اگرچہ بھارت اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکا۔ نام نہاد "بنگلہ دیش" کے حقیقی باشندوں سے کہیں زیادہ "بنگلہ دیش" کا علمبردار بن کر اس نے پاکستان کے ایک جزو لاینفک کو ہڑپ کرنے کے لئے اپنا جو لاؤ لشکر جنگ میں جھونک دیا تھا، وہ ابھی تک دانت ہی پیس رہا ہے توسیع پسند بھارت کے پیچھے روس کھڑا ہے۔ روس کی کھلم کھلا مداخلت سے نام نہاد تحریک "بنگلہ دیش" کی قلعی کھل گئی ہے۔ روس بھارت معاہدہ کی بنیاد بھی اب آشکار ہو گئی ہے کہ مشرقی پاکستان پر تسلط جما کر بحر ہند اور خلیج بنگال میں روس اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ چین کی ناکہ بندی کی جا سکے۔ ممکن ہے اس ہفتے روس کی طرف سے بھی "بنگلہ دیش" کو تسلیم کرنے کا اعلان ہو جائے۔ روس بھارت کے اس گٹھ جوڑ کا اصل مقصد چین کے گرد حصار قائم کرنا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چین کے ایک مخلص دوست پاکستان کے وجود کو ختم کرنا ہے۔ "بنگلہ دیش" کا قضیہ مارچ سے شروع ہوا۔ اس وقت سے چین کا موقف "بنگلہ دیش" کے سلسلے میں بالکل واضح ہے، چو، این، لائی نے اپریل میں کہہ دیا تھا کہ مشرقی پاکستان کا مسئلہ پاکستان کا داخلی مسئلہ ہے اور یہ وہاں کے عوام ہی حل کر سکتے ہیں کسی دوسرے ملک کو اس میں مداخلت کا حق نہیں ہے۔ چین کے علاوہ دنیا بھر کے ممالک بھارت کے پروپیگنڈے کے زیر اثر آ گئے تھے۔ اور پاکستان کے بہت سے ترقی پسند بھی چین کے موقف پر جزبز ہونے لگے تھے۔ لیکن آج ہم جس موڑ پر کھڑے ہیں حالات بالکل کھل کر سامنے آ چکے ہیں۔ چین اپریل سے لے کر اب تک نام نہاد بنگلہ دیش کے بھیانک منصوبے کو بے نقاب کرتا آ رہا ہے اس سلسلے میں اس نے اپنے علاقے تبت اور اس سے پہلے جاپانی جارحیت کے مقابلے میں مینچو یار یاست کے تحفظ کی مثال دی تھی آٹھ نو ماہ سے اور بالخصوص بھارتی جارحیت کے آغاز کے بعد سے ریڈیو پیکنگ سنیں تو ریڈیو پاکستان اور ریڈیو پیکنگ میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ پاکستان کا اعلیٰ اختیاراتی وفد جو مسٹر بھٹو کی قیادت میں چین گیا۔ اس میں تمام ممکنہ اقدامات پر غور کیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان میں عوامی حکومت کی عدم موجودگی بات چیت میں بار بار رکاوٹ بنتی رہی۔ لیکن فوجی امداد وغیرہ کی بات چیت تکمیل کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد حال ہی میں چین کے ایک وزیر کی قیادت میں جو وفد پاکستان آیا تھا۔ خبروں میں بتایا گیا تھا کہ اس سے بھی دفاعی امور پر بات ہوئی تھی۔ چین نے اب تک جو امداد دی ہے وہ کسی معاہدے کے تحت نہیں دی ہے۔ صرف دوستی میں دی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب ہمارے حلیف بھی ہمیں بھول گئے تھے۔ اس وقت چین ہی تھا جس نے بھارت کو الٹی میٹم دیا تھا اور اس سے مغربی دنیا میں بھی تھرتھری مچ گئی تھی، اب تمام اخلاقی، مالی اور فوجی امداد کے باوجود پاکستان میں ایک حلقہ بدستور چین دشمنی پر تلا ہوا ہے۔ اس حلقے کے ترجمان روزنامہ جسارت گزشتہ دنوں میں کئی بار یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ چین خاموش کیوں بیٹھا ہے۔ اس کا تازہ ترین مونہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کا اداریہ ہے۔

"امریکہ کی طرح چین کا بھی اصرار ہے کہ جنگ فوراً بند ہو جانی چاہئیے مگر ہم حیران ہیں کہ چین ہمیں عملی مدد دینے سے گریز کر کے جنگ بندی پر اصرار کیوں کر رہا ہے ایک طرف صورت یہ ہے کہ بھارت ہم پر جارحانہ یلغار کئے ہوئے ہے۔ اس کی پشت پر اس کا دوست روس ہے جو کھلم کھلا اور علی الاعلان اس کی مدد کر رہا ہے۔ روس کے ہوا باز بھارتی طیارے چلا رہے ہیں، روسی توپیں آگ اگل رہی ہیں، روسی ٹینکوں سے حملہ ہو رہا ہے، روسی طیاروں کے ذریعے بمباری ہو رہی ہے روسی میزائل ہم پر برسائے جا رہے ہیں اور روسی ماہرین سمندر میں میزائل بردار کشتیاں چلا رہے ہیں آبدوزیں لئے پھر رہے ہیں گویا بھارت کے شانہ بشانہ روس میدان جنگ میں پوری طرح لڑ رہا ہے۔ اقوام متحدہ میں وہ کھلم کھلا جنگ بندی کو روکنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ بھارت کی آڑ میں وہ مشرقی پاکستان کو ہڑپ کر سکے۔ چین اقوام متحدہ میں اور اس سے باہر اقرار کر چکا ہے کہ بھارت حملہ آور ہے اور یہ حملہ روس کی آشیرباد کے ساتھ ہے، چنانچہ اس اعتراف اور اس واقعی صورت حال میں کیا پاکستان کو محض اقوام متحدہ میں پرجوش تقریروں، پیپلز ڈیلی کے جوشیلے اداریوں، سنہوا نیوز ایجنسی کے دل خوش کن تبصروں، ریڈیو پیکنگ کے حوصلہ افزا نشریوں اور چین کے حکام کی بھارت کے نام خوشنما جوابی دھمکیوں سے موثر امداد دی جا سکتی ہے اس وقت پاکستان کو بحر ہند میں بھارت اور روس کی مشترکہ بحری قوت کے خلاف جوابی کارروائی کے لئے کھلی اور عملی مدد چاہیئے۔ جب تک چین اس محاذ پر عملی اقدامات کا اعلان نہیں کرے گا۔ پاکستان کے عوام مطمئن ہوں گے اور نہ بھارت کے جارحانہ عزائم کو حوصلہ شکنی

نام نہاد "بنگلہ دیش" پر صرف چین کا موقف واضح ہے

ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب چین خود جنرل اسمبلی میں کہہ چکا ہے کہ جنرل اسمبلی کی منظور کردہ قرارداد میں بھارت کی جارحیت کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ قرارداد پاکستان کے خلاف جاتی ہے تو سوال یہ ہے کہ اب چین اس قرارداد کی بنیاد پر جنگ بندی کے لئے کیوں اصرار کر رہا ہے؟ کیا چین اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے بچنا چاہتا ہے۔"؟

جسارت کے اس قسم کے اداریے اور اس حلقے میں اس قسم کی باتیں پاکستانی عوام کو چین سے بدظن کرنے کی مکروہ کوششوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ورنہ اس قرارداد کی ہی بات ہے خود حکومت پاکستان نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ چین کی کونسی ذمہ داریاں ہیں چین کا کوئی دفاعی معاہدہ موجود نہیں ہے جسارت اور ان کے حلقوں نے سیٹو اور سنٹو کو کیوں آواز نہیں دی ہے۔ ہم نے تو مشرقی پاکستان پر جارحیت کے وقت ہی آواز دی تھی کہ روس، ایک کمیونسٹ ملک بھارت کی مدد کر رہا ہے اس لئے سیٹو اور سنٹو کو میدان میں آنا چاہئیے۔ یہ حلقے ان دفاعی معاہدوں کو آواز دیتے ہیں اور نہ ایران ترکی کو جن سے پاکستان کے معاہدے ہیں عالم اسلام میں سے کسی کی فوج پاکستان میں اتری ہے یہ صب حکومت کو معلوم ہے کس نے کیا امداد دی ہے۔ ہم ان سے آگاہ بھی نہیں ہو سکتے۔ اس طرح چین اور حکومت پاکستان میں کیا طے پایا ہے یہ حکومت کو معلوم ہے۔ چین کے بارے میں موجودہ حالات میں ایسی باتیں کرنے سے چین کے خلاف نفرت پھیلانا مقصود ہے تاکہ امریکہ جو اپنے خاص مفادات کے تحت اس وقت پاکستان کی امداد کو پہنچ رہا ہے۔ سارا سہرا اس کے سر باندھا جا سکے۔

اس کا ثبوت آج (سوموار) کے اخبارات سے ملتا ہے، جنہوں نے اندرا گاندھی کے نام امریکی صدر نکسن کی "وارننگ اور سلامتی کونسل کا اجلاس بلائے جانے کی خبر کو ایسے شائع کیا ہے جیسے غیب سے کوئی امداد آ گئی ہے اور ہم اس انتظار میں تھے کہ کوئی آئے اور ہماری جان بچائے ہم نے امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کی خبر کو بھی بہت آب و تاب سے شائع کیا ہے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ہمیں ان آنے والے خطرات کا بھی احساس کرنا چاہئیے جو پاکستان کے لئے امریکی امداد کے بعد ہوں گے اور ان سے خود ان اصولوں پر بھی زد پڑ سکتی ہے۔ جن کے تحفظ کے لئے ہم جنگ لڑ رہے ہیں بھارت نے ہم پر فوجی جارحیت اس لئے کی ہے کہ وہ ہم پر اپنی مرضی کا سیاسی حل مسلط کرنا چاہتا ہے ہم نے اس کے دباؤ میں آنے سے انکار کیا ہے اور اپنی کم تعداد اور اسلح کی کمی کے باوجود مدافعت شروع کر دی ہے۔ روس بھی بھارت کو اس لئے مسلسل مدد دے رہا ہے کہ وہ بھی مشرقی پاکستان کے سلسلے میں اس قسم کا سیاسی حل چاہتا ہے بھارت "بنگلہ دیش" کو تسلیم کر کے ایک قدم آگے چلا گیا ہے آج کل روسی بھی اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں، امید قوی یہی ہے کہ وہ فی الحال وہ "بنگلہ دیش" کو تسلیم نہ کرے بلکہ انتظار کرنے کو ترجیح دے برطانیہ نے اس معاملے میں اگرچہ خاموشی اختیار کی ہے لیکن اس کے اخبارات اور ریڈیو بی بی سی "بنگلہ دیش" کو تقریباً قائم کر چکا ہے۔ وہاں سے اس قسم کے مذاکرات نشر ہو رہے ہیں کہ بنگلہ دیش کی اقتصادی، سیاسی صورت حال کیا ہو گی۔ دوسرے ملکوں بالخصوص بھارت روس مغربی پاکستان، اور چین سے کیسے تعلقات ہوں گے۔ اس سے پہلے بنگلہ دیش کے سلسلے میں امریکہ کا رویہ ظاہر ہو چکا ہے۔ مارچ میں شیخ مجیب الرحمان سے فارلینڈ کی ملاقات پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد کی تنسیخ کے واقعات پھر یہ خبر بھی سامنے آئی۔ نیویارک ٹائمز کے حوالے سے کہ صدر نکسن

پنڈی سے امریکی اخبار نویس آرنلڈ زیٹلن نے مشرقی پاکستان کے خاتمے کی خبر بھیج دی؟

شیخ مجیب الرحمان کی رہائی کے لئے ذاتی اپیل کریں گے۔ اس کی اگرچہ اس وقت تردید کی گئی لیکن بعد میں امریکی محکمہ خارجہ کی طرف سے یہ بیان سامنے آیا کہ بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر کے سیاسی تصفیے کی کوششوں کو سبوتاژ کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ پاکستانی حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ امریکہ کلکتہ میں دوسرے عوامی لیگی لیڈروں سے بات کرے ادھر شیخ مجیب سے ہم بات کرتے ہیں۔ لیکن بھارت نے ۲۲ نومبر کو مشرقی پاکستان پر مکمل حملہ کر کے ان کوششوں کو سبوتاژ کر دیا۔ حکومت پاکستان نے اس خبر کی تصدیق یا تردید نہیں کی تاہم اس لئے اس کی صداقت محلِ نظر ہے لیکن پاکستان ریڈیو سے یہ خبر ضرور نشر کی گئی کہ امریکہ سیاسی حل کی جو کوششیں کر رہا تھا اسے بھارت نے حملہ کر کے سبوتاژ کر دیا ہے۔

اے پی اے کے نامہ نگار متعین اسلام آباد مسٹر آرنلڈ زیٹلن نے ایک نہایت ہی شر انگیز خبر بھیجی ہے یہ خبر پاکستان سے کیسے باہر گئی یہ گیارہ دسمبر کو کریڈ ہوئی ہے۔ اس میں آرنلڈ زیٹلن نے اپنے خصوصی پاکستانی ذرائع کے حوالے سے یہ لن ترانی کی ہے کہ نئے سال کے آغاز کے بعد کوئی مشرقی پاکستان نہ ہو گا۔ پاکستان کی تمام فوج مغربی پاکستان میں آ جائے گی۔ اور یہاں ایک ملی جلی حکومت قائم ہو گی۔ آرنلڈ زیٹلن نے آکاش وانی سے بھی بڑھ کر جھوٹ بولنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے کہ ایک جنرل وزیر اعظم ہو گا۔ ایک جنرل وزیر داخلہ بھٹو ایک شاطر سیاستدان ہیں، ان کے جنرلوں سے ڈپلومیٹک تعلقات ہیں ان کے بل بوتے پر وہ وزیر خارجہ بنے رہیں گے۔ پاکستان بہر حال مغربی پاکستان تک محدود ہو جائے گا۔ خیال ہے کہ آرنلڈ زیٹلن امریکی میں امریکی خبر رساں ایجنسی کے نمائندے ہمارے بعض سرکاری افسروں سے بہت اچھے تعلقات کے باعث وہ اس کے باوجود پنڈی میں مقیم ہیں کہ ڈھاکہ میں جب تمام غیر ملکی اخبار نویسوں کو نکال دیا گیا۔ اور سب فلمیں اور کاغذات چھین لئے گئے۔ زیٹلن کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے جو فلم اور رپورٹ بھیجی وہ دنیا بھر میں شائع ہوئی۔ پھر اس نے پاکستان کے خلاف کئی خبریں کابل سے جا کر کریڈ کیں ایسی خبروں کے بھیجنے کی اجازت کون دے رہا ہے پھر ان کی تردید نہیں ہوتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اب کے خبروں اور پروگراموں میں وہ بات نہیں ہے جو ۱۹۶۵ء میں تھی۔

امریکہ کی مداخلت کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ سے کسی خیر کی امید رکھنا عبث ہے۔ کیونکہ اپنے گزشتہ رویے کی روشنی میں امریکہ سے کسی غیر مشروط امداد کی توقع بے سود ہے۔ وہ لازماً اپنی مرضی کی شرائط مسلط کرے گا۔ اس کی شرائط یقیناً ایسی ہوں گی۔ جن سے ہماری خود مختاری پر حرف آئے۔ اس لئے ہمیں امریکہ کی ایسی کوئی شرائط قبول نہیں کرنی چاہئیں۔ بے شک اپنے وطن کا دفاع کرتے کرتے ہمارا آخری ہم وطن بھی کام آ جائے امریکہ کی امداد ہمیں خالی از خطر محسوس نہیں ہوتی۔ مگر ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

الفتح

کراچی — جارحیت و بربریت کی آماجگاہ





جو جہاں تھا، موت نے اُسے وہیں دبوچ لیا

نعیم آروی

دوسری عالمگیر جنگ کے دوران جب امریکہ نے جاپان کے ایک شہر ہیروشیما (اور ناگاساکی) پر ایٹم بم گرایا تو درختوں سے گھرے ہوئے جاپانی طرز کے ایک چھوٹے سے مکان سے آٹھ سال کی ایک چھوٹی سی بچی کتابوں کا بستہ لٹکائے ہوئے اپنے اسکول جا رہی تھی، اس کے چھوٹے چھوٹے سیاہ بال سلیقے سے سنوارے گئے تھے۔ درمیان میں سُرخ ربن بندھا تھی، اس کی معصوم آنکھوں میں بے پناہ سادگی اور ننھے دن کی خوشیوں کی چمک تھی۔ اس کی ماں نے اسے ابھی ابھی بوسہ دے کر الوداع کہا تھا۔ گیٹ پر اسکول کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اپنی ماں کو آخری سلام کیا۔ ہاں! یہ اُس کا آخری سلام تھا۔ اس سے قبل کہ وہ گاڑی کے پائیدان پر اپنے ننھے منے پاؤں رکھتی، ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا، اور وہ چھوٹی سی بچی، جو اسکول جانے والی تھی۔ کہیں غائب ہو گئی۔ فضا میں تحلیل ہو گئی۔ اس کا پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کہاں چلی گئی۔ ساری فضا دھوئیں کے بادل میں چھپ گئی۔ زمین الٹ پلٹ گئی۔ جو جہاں تھا۔ موت نے وہیں اُسے دبوچ لیا۔ سناٹا، تباہی، موت کی ہر طرف حکمرانی تھی، ہیروشیما اور ناگاساکی جہنم زار بن چکا تھا۔

اقوام متحدہ میں ہر سال اس ننھی منی سی جاپانی گڑیا کی یاد منائی جاتی ہے جاپان کے عوام ہر سال اس دن کی یاد میں سوگوار ہو جاتے ہیں۔

جنگ کی اس عظیم تباہی کے بعد دنیا بھر کے امن پسند عوام کو امید بندھی تھی کہ شاید اب انسانیت کو اس طرح پامال نہ کیا جائے، بے گناہ شہری جنگ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔ شہروں کو ملبہ میں تبدیل نہ کیا جائے۔ بستیوں کو تاراج نہ کیا جائے۔ ہری بھری لہلہاتی کھیتیاں شاید اب جھلس کر راکھ میں تبدیل نہ ہوں گی۔ مگر انسانیت کی یہ امید پوری نہ ہوئی، یہ آرزو سامراجیوں اور توسیع پسندوں کے ناپاک عزائم سے گھٹ کر رہ گئی آج دنیا بھر کے امن پسند عوام ایک بار پھر گومگو اور بے یقینی کی کیفیت میں ہیں۔ پاکستان کے سپاہی سرحدوں پر جنگ لڑ رہے ہیں، بھارتی جارحیت، ننگی ہو کر پاکستان کی انسانی بستیوں، بے گناہ شہریوں پر رقص کر رہی ہے — کیا بھارتی توسیع پسندوں نے اپنی شکست کا داغ مٹانے کے لئے بے گناہ شہریوں کا انتخاب کر لیا ہے، کیا وہ اپنی بربریت کے مظاہرے میں ہلاکو، چنگیز، ہٹلر، مسولینی اور امریکہ کو پیچھے چھوڑ جائیں گے۔ کیا وہ اپنی جارحانہ کارروائیوں کی تکمیل میں نہ ہو ژنگ کے تمام اصولوں کی دھجیاں اُڑا دیں گے —؟

جنگ تو محاذوں پر لڑی جاتی ہے۔ بہادر سپاہی اپنے خون سے سرحدوں کو لالہ زار کرتے ہیں۔ کیا بھارتی جنگ باز و میں اتنا حوصلہ نہیں رہا کہ وہ سرحدوں پر ہمارے مسلسل اور تابڑ توڑ حملوں کا جواب دیں —؟ یہ ایک سوال ہے، انسانیت کا ایک سوال، آگرہ تاج کالونی، سلطان آباد اور ہجرت کالونی کی مزدور بستیوں کا سوال — ساری دنیا کے امن پسند ملکوں اور ان کے اندر رہنے والے شہریوں کا ایک سوال، بھارتی توسیع پسندوں، جنگی دیوتاؤ کیا تمہارے پاس اس سوال کا جواب ہے —!

آیئے ذرا آگرہ تاج کالونی، بہار کالونی اور سلطان آباد کی انسانی بستیوں میں بھارت کے بزدل اور نکمے ہوا بازوں کی بہادری، اور کامیابی کے نمونے دیکھیں۔

یہ آگرہ تاج کالونی ہے، یہ ایک پرائمری اسکول کی عمارت ہے اس کے قریب ہی بھارتی ہوا بازوں نے بم مارا۔ پختہ عمارت اور بیشتر مکانات ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے، اس گھر میں کچھ دیر قبل کئی افراد زندہ تھے، دھماکے کے بعد، اس میں انسان کی لاشیں پڑی ہیں، اس کے آگے ایک دوسرا مکان بھی اینٹوں، شہتیروں اور جلی ہوئی لکڑیوں میں بکھر چکا ہے۔ چھت کا ایک حصہ ٹوٹ کر زمین پر گر گیا ہے، ۱۲ سالہ حسین کی مسخ شدہ لاش ٹوٹی ہوئی چھت کے دراڑ سے نظر آ رہی ہے، اس کے قریب

الفتح

روسیو!
انسانیت تمہاری غلطیوں پر نوحہ کناں ہے

ہی اس کے اسکول کا بستہ اور ایک ٹوٹی ہوئی لالٹین پڑی ہے جلی ہوئی کتابوں کے اوراق راکھ میں تبدیل ہو چکے ہیں.

یہ ایک چھوٹا سا بچہ ہے، شدید زخمی حالت میں ہے اس کے جسم پر کئی زخم لگے ہیں. سرخ لہو کی بوندیں جم گئی ہیں، وہ درد سے کراہ رہا ہے۔ اس کا نام پرویز ہے۔ سماجی اور سرکاری کارکن اسے اٹھا کر ہسپتال لے جا رہے ہیں' اس کا کوئی وارث نظر نہیں آتا۔ اس کی ماں تو ہو گی، جس نے اسے جنم دیا۔ اس کا باپ تو ہو گا، جو سوتے سے پہلے اسے پریوں اور جنوں کی کہانی سناتا ہو گا۔ اس کے عزیز تو ہوں گے، جو اس کی معصوم اور بے ضرر شرارت پر ناک بھوں چڑھاتے ہونگے مگر اس وقت سب کہاں ہیں ـــ کدھر چلے گئے ـــ؟ اس کی ماں نظر آتی ہے، نہ باپ، نہ عزیز و اقارب، کیا یہ ننھا سا بچہ، اس عمر میں تنہا رہ گیا ہے! بھارتیو! "یہ عظیم کامیابی" مبارک ہو، تم نے ایک چھ سالہ بچے کو لہولہان کر دیا، شاید اسے زندگی بھر کے لئے تنہا بھی کر گئے۔ قہقہے لگاؤ، کراچی کی شہری آبادی پر کامیاب وحشیانہ بمباری پر "فتح" کے نقارے بجاؤ۔ آل انڈیا ریڈیو سے اعلان کرو "آج ہم نے کراچی کی مزدور بستیوں کو تاراج کر دیا ـــ دو سو سے زائد شہریوں کو جس میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی کثیر تعداد شامل ہے خاک و خون میں نہلا دیا ـــ جے ہند"!

آگرہ تاج کالونی اور بہار کالونی میں دن بھر ملبہ ہٹانے کا کام جاری رہا۔ جہاں جہاں سے ملبہ ہٹائے جاتے کٹے ہوئے انسانی ہاتھ، سر اور دھڑ برآمد ہوئے، شہر کے کئی علاقوں سے بے شمار شہری اپنے عزیزوں، رفیقوں کی تلاش میں اس جگہ پہنچ رہے ہیں، وہ اپنے ہاتھوں سے ملبے ہٹا ہٹا کر اپنے رشتہ داروں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ ایک ٹوٹے ہوئے دروازے کے قریب ایک بوڑھی عورت خاموشی سے بیٹھی ہے۔ اس کی بائیں جانب ایک سیاہ رنگ کی موٹی تازی سی بلی کا مردہ جسم پڑا ہے اس کے اطراف میں گھر کے ٹوٹے پھوٹے برتن بکھرے ہیں ایک مٹی کا گھڑا چکنا چور ہے اس جگہ کی زمین گیلی ہے۔ اور اس کی رنگت سرخی مائل ہے شاید کچھ گھڑے کے پانی میں کسی انسان کا سرخ لہو شامل ہو گیا ہے۔ زمین نے سارا پانی جذب کر لیا ہے بوڑھی سوگوار عورت کی آنکھوں میں بچھڑ جانے والوں کا غم ہے۔ وہ اپنے اطراف کے ماحول سے بے نیاز زمین پر آڑھی ترچھی لکیریں بنا رہی ہے۔ ان لکیروں میں شاید اس کا ماضی تیر رہا ہے۔



آگرہ تاج کالونی کا ایک تباہ شدہ مکان، زمین پر کیلنڈر پڑا ہے جس پر دسمبر کی چھ تاریخ نظر آ رہی ہے

ہسپتال میں آگرہ تاج کالونی اور بہار کالونی سے لائی جانے والی بے شمار لاشوں کی شناخت نہیں ہو سکی۔ کون کہتا ہے کہ ان کی شناخت نہیں ہو سکی۔ کون کہتا ہے کہ وہ گمنام مر گئے۔ ان کی شناخت ہو چکی ہے۔ وہ گمنامی کے حالت میں نہیں۔ دائمی زندگی کی شہرت سمیٹے شہید ہوئے وہ سب کے سب اس دھرتی کے فرزند تھے۔ اس مٹی سے ان کا دوسرا جنم ہوا تھا اور وہ اسی مقدس زمین میں دفن ہو گئے۔ وہ پاکستان کے فرزند تھے، ان کا نام پاکستان ہے۔ اور پاکستان مرنے کے لئے نہیں زندہ رہنے کے لئے بنا ہے۔

کراچی کی شہری آبادی پر بھارتی ہوا بازوں کی پہلی وحشیانہ بمباری سے بھارتی توسیع پسندوں کی پیاس نہ بجھی۔ وہ سرحدوں پر مار کھا رہے ہیں، پٹ رہے ہیں انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں، مگر ان میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ وہ سرحدوں پر مردوں کی طرح پاکستانی سپاہیوں سے پنجہ آزمائی کریں۔ وہ ایک بار پھر سرحدوں کی ہزیمت اور شرمناک شکست کا انتقام لینے کے لئے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر کراچی کی دوسری مزدور بستیوں سلطان آباد اور ہجرت کالونی پر ٹوٹ پڑے بھارت کے جنگی دیوتاؤں نے اپنی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ کر اسکول، اسکول کی لیبارٹری پرنٹنگ پریس، ملازمین کی رہائش گاہ، کھیل کے میدان اور اسکول کے ایک گراؤنڈ پر اندھا دھند بمباری کی اس وحشیانہ گولہ باری سے سلطان آباد اور ہجرت کالونی کے سینکڑوں کچے پکے مکانات اور جھگیاں جل کر راکھ ہو گئیں تباہ و برباد ہو گئیں۔ اس علاقے میں رہنے والے کئی خاندان کے افراد شہید ہو گئے۔ چارپائی پر سونے والے سوتے رہ گئے۔ جاگنے والوں کو زندگی بچانے کی مہلت نہ مل سکی چوکیدار حضرت شاہ کے بیٹے اسلم کے جسم کے پرخچے اڑ گئے اور اس کے ٹکڑے اڑ کر قریبی نالے میں جا گرے۔ خضر شاہ کا مکان' جسے اس نے برسوں کی محنت اور مشقت سے تعمیر کیا تھا لوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو چکا ہے۔

اس جگہ ایک چار سالہ لڑکی بھی شہید ہو گئی۔ یہ ننھی منی گڑیا شاید ہیروشیما کی وہ بچی تھی، جسے دوسری جنگ عظیم میں امریکی سامراج نگل گیا تھا۔ اس بار اسے بھارتی توسیع پسند بے وقت مار گئے۔ دونوں عظیم ملک اپنی فتوحات کا پرچم ننھی سی پیاری سی گڑیا کے جسم پر لہرا گئے۔

دُنیا بھر کی قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والو' امن عالم کا پیغام دینے والو، ہیروشیما کی جاپانی گڑیا کی یاد منانے والو۔ کیا کراچی کی ایک مزدور بستی کے ایک کچے مکان میں رہنے والی چار سالہ بچی فاطمہ کی بے وقت موت تمہارے جذبات کی دنیا میں طلاطم پیدا کر سکی۔ کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ بھارت اپنی سرحدوں کی شکست کا بدلہ بے گناہ شہری آبادیوں سے لے رہا ہے۔

اگر انسانی تاریخ میں ہیروشیما کی جاپانی گڑیا امر بن سکتی ہے تو سلطان آباد کی ۴ سالہ پاکستانی گڑیا بھی اپنے شہادت سے لازوال بن چکی ہے۔ بھارت کے جنگی لیڈر تاریخ میں ہمیشہ ظالموں کے نام سے یاد کئے جائیں گے۔



عظیم سوئیکارنو نے للکارا:

گجنگ انڈیا

سوہارتو کو صرف تشویش ہے

وہاب صدیقی

تاریخ کے اوراق پھڑپھڑاتے ہیں۔ ستمبر ۶۵ء کا دور ہے۔ بھارت اعلانِ جنگ کے بغیر پاک سرحدوں کی جانب لپکتا ہے۔ بھارت کی دریدہ ذہنی پر دُنیا انگشت بدنداں ہے مگر پاکستان جاگ رہا ہے۔ پاک دھرتی کے مزدور، کسان، طلبہ اور عوام جاگ رہے ہیں۔ پاک سرزمین کا ایک ایک فرد جاگ رہا ہے اور پاکستان کے عظیم دوست چین اور انڈونیشیا بھی جاگ رہے ہیں۔ انڈونیشیا کے عظیم رہنما صدر سوکارنو کی گرج دار اور دل ہلا دینے والی آواز گونجتی ہے "پاکستان پر حملہ، انڈونیشیا پر حملہ ہے۔" "گجنگ انڈیا" "ہم بھارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے" "فتح پاکستانی عوام کو ہوگی" بنگ کارنو، عظیم سوکارنو کی گھن گرج دہلی اور وہائٹ ہاؤس کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال دیتی ہے۔ سامراج اور توسیع پسندوں کے بوسیدہ ایوانوں کی بنیادیں ہلا دیتی ہے۔ بحرِ ہند کے پانیوں میں تلاطم ہے۔ طوفانی موجیں ہیں اور بھارتی جارحیت کی ناؤ ان متلاطم موجوں میں ڈوبتی نظر آتی ہے۔

یہ جکارتہ ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۶۵ء کا دن ہے۔ صدر سوئیکارنو سپریم کمانڈر کی وردی میں ملبوس ہیں۔ ایوان صدر میں بیٹھے ہوئے اخباری نمائندوں پر ان کی عقابی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ عظیم بنگ کارنو کی گرج دار آواز گونجتی ہے "انڈونیشیا کشمیری عوام اور پاکستان کا حامی اور طرف دار ہے۔ پاکستانی عوام اپنی خود مختاری اور آزادی کے تحفظ کے لئے ایک خوفناک جنگ لڑ رہے ہیں۔ جکارتہ میں بھارتی سفارت خانے کے سامنے انڈونیشی طلبہ اور نوجوانوں کے احتجاجی مظاہروں پر خوش ہوں۔ میں ان مظاہروں کا حامی ہوں کیونکہ انڈونیشیا کے عوام نے ہمیشہ اُن اقوام کی حمایت کی ہے جو اپنی آزادی اور حقِ خودارادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔"

انڈونیشیا کے عظیم رہنمائے حریت کی یہ للکار فضاؤں میں گونج رہی ہے۔ انڈونیشی عوام کے دلوں میں آزادی کی جوت جگا رہی ہے۔ سامراج دشمن جذبات کو ہوا دے رہی ہے۔ یہ للکار دعوتِ عمل دے رہی ہے۔ وہ دیکھو جکارتہ میں بھارتی سفارتخانے پر ہزاروں مظاہرین نے حملہ کر دیا ہے۔ عمارت سے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ در و بام جل جل کر گر رہے ہیں۔ راہ میں حائل ہر شے تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ جکارتہ کے عوام عظیم بنگ کارنو کی راہ پر گامزن ہیں اور تاریخ حریت و دوستی میں ایک نیا باب رقم کر رہے ہیں۔

یہ ۸ ستمبر ہے۔ بنگ کارنو انڈونیشیا کی سپریم کمان کے ہنگامی اجلاس میں پاکستان کو ہر قسم کی امداد دینے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اعلان کے ساتھ ہی انڈونیشیا کی بحریہ حرکت میں آ گئی ہے۔ بھارتی توسیع پسندوں کو کچلنے کے لئے اس نے بحیرہ ہند اور خلیج بنگال میں اڈے بنا لئے ہیں۔ اب بھارتی جنگ باز حکمران ٹولہ مشرقی پاکستان کی جانب دیکھنے سے بھی نظریں کترا رہا ہے۔

آج ۱۰ ستمبر ہے۔ جکارتہ کے قصرِ صدارت میں بنگ کارنو تقریر کر رہے ہیں۔ "پاکستان کے عوام نے جس شجاعت، دلیری سے بھارت کی جنگی برتری کو چکنا چور کیا ہے۔ میں اس پر بہت خوش ہوں۔ سوکارنو پاکستان کے دلیر عوام کو سلام کرتا ہے۔ پاکستان کے عوام کی قوت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں اپنی آزادی سے کتنی محبت ہے۔ ان کی قوت اور اتحاد کا راز آزادی سے محبت ہی میں پوشیدہ ہے۔ گجنگ انڈیا۔"

تاریخ کے ماہ و سال تیزی سے گزرتے ہیں۔ تاریخیں بدلتی ہیں۔ کلینڈر بدلتے ہیں۔ یہ دسمبر ۱۹۷۱ء ہے۔ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ بھارتی توسیع پسند پاکستان کو ختم کرنے کے لئے بڑھتے ہیں۔ اس دفعہ مشرقی بازو بھی بھارتی جارحیت کا شکار ہے۔ اس مرتبہ سوویت یونین کے سوشل سامراجی حکمران اعلانیہ بھارتی جارحیت کی حمایت کر رہے ہیں۔ روبل اور اسلحہ کے ڈھیر لگا رہے ہیں۔ مگر پاکستان جاگ رہا ہے۔ مزدور، کسان، طلبہ اور محنت کش عوام جاگ رہے ہیں۔ اپنے لہو سے وہ پاکستان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور پاکستان کا عظیم دوست عوامی جمہوریہ چین سوشل سامراجیوں کے مکروہ عزائم کو بے نقاب کر رہا ہے۔ انڈونیشیا سے بھی آواز آتی ہے۔ لیکن یہ عظیم بنگ کارنو کی للکار نہیں۔ گرج دار اور دل ہلا دینے والی آواز نہیں۔ یہ انڈونیشیا کے محنت کشوں کی گھن گرج نہیں۔ یہ انڈونیشیا کے سرمایہ داروں، نوکرشاہی اور سامراجی ایجنٹوں کی آواز ہے۔ جو کہہ رہی ہے:

> "انڈونیشیا کی حکومت کو اس تصادم پر گہری تشویش ہے۔ وہ پاک بھارت میں ثالثی کے لئے تیار ہے۔ انڈونیشی حکومت نے موجودہ تصادم کے پُرامن حل کیلئے اپنی خدمات پیش کر دی ہیں۔"

آج انڈونیشیا سے "گجنگ انڈیا" کی گونج سنائی نہیں دے رہی ہے لیکن پاکستانی عوام "گجنگ انڈیا" کے نعرے کو حقیقت کا روپ دے رہے ہیں۔ عظیم سوکارنو اُن کے درمیان نہیں تو کیا ہُوا۔ افرو ایشیا میں ان کی جلائی مشعل آزادی تو رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ کوئی سوکارنو مرتا نہیں ہے اور سامراجی بونے کسی سوکارنو کی یاد مٹا نہیں سکتے۔



عظیم لینن بلند، افکارِ لینن سر بلند

جناب فیض احمد فیض کا یہ بیان روسی سوشل سامراجیوں کی عالمی سوشلسٹ تحریک سے دشمنی، عظیم لینن کے راہِ انقلاب سے انحراف اور روس کی موجودہ قیادت کی سامراجی پالیسیوں پر کڑی اور بھرپور تنقید کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تحریر ہماری تاریخ کا ایک اہم حصّہ ہے۔ حقیقت پسندانہ اندازِ فکر ہے۔ یہ ایک کرب ہے۔ روسی سوشل سامراج پر ایک ضرب ہے۔ اس کا ہر لفظ حب الوطنی کا شاہکار ہے۔ یہ فیض کی عظمت کی نشاندہی کر رہا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس بیان کے بعد اُن لوگوں کی زبان بند ہو جائے گی۔ جو حب الوطنی کے ٹھیکیدار بنے ہوتے ہیں ——— ادارہ

سوشلزم میں طفیلی ریاست کا کوئی تصوّر نہیں

اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد سے ہم سمیت دُنیا بھر کے امن اور آزادی پسند لوگ سوویت یونین کو امن اور اقوام کے اٹل ناقابلِ تنسیخ حق کا علم بردار سمجھتے رہے ہیں کہ وہ بیرونی مداخلت کے بغیر امن سے رہیں اور اپنے معاملات کی ذمہ دار ہوں۔ لیکن اس کے برعکس سوویت یونین نے بھارتی جارحیت کی جو حمایت کی ہے اور خصوصاً اقوامِ متحدہ میں اس کی حمایت سے دو ایشیائی ملکوں کی خونریز جنگ طول کھینچے گی اور دونوں ملکوں کے عوام کے مصائب میں اضافہ ہوگا۔ سوویت یونین کے اس اقدام کو بڑی طاقتوں کی سیاست کی جنون انگیز چال کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ جس کا سوشلسٹ نقطۂ نگاہ سے کوئی جواز نہیں ہے۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ میں اور میرے ہمخیال ساتھیوں نے اپنے عوام سے محبّت کی کبھی سودے بازی نہیں کی۔ اور نہ ہی حب الوطنی کو ذاتی منفعت اور ذاتی شان و شوکت بڑھانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ عوام سے محبت کے صلے میں ہمیں بدنامی، الزام تراشی اور مصائب کے سوا کچھ نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود ہم نے عوام اور مادرِ وطن سے محبّت کی ہے۔

یہ حقیقت کل کی طرح آج بھی سچی ہے کہ بڑے پیمانے پر انسانی مصائب دیکھ کر اور خصوصاً اپنے عزیز ترین عوام کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر الفاظ احساسات کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں لیکن میں پورے زور کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ آزمائش کے اس لمحے میں ہمارے دل پوری طرح عوام کے ساتھ ہیں، مادرِ وطن کی عزت اور سالمیت کے تحفظ کے لئے ہمارے جذبات عوام کے ساتھ ایک ہیں اور جن لوگوں نے ہم پر یہ ظالمانہ جنگ مسلط کی ہے ان کی مذمت کرنے میں ہماری آواز عوام کی آواز میں شامل ہے۔ ہم یہ مذمت محض اس لئے نہیں کرتے کہ ہم اپنے ملک اور عوام سے محبت کرتے ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ہم قومی اور بین الاقوامی سیاست میں بعض اخلاقی اقدار اور اصولوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

میں اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا کے ہر ملک کے ہر شہری کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ آزادی اور عزت کے ساتھ زندہ رہے اگر اس کے حقوق پامال کئے جائیں تو وہ ظلم اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرے۔ اگر اس کے یہ حقوق غصب کئے جائیں تو ملک کے تمام دوسرے لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہیئے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم اس بات پر بھی پختگی سے یقین رکھتے ہیں کہ کسی دوسرے ملک یا عوام کو کسی دوسرے ملک یا عوام پر ہتھیاروں کی قوت کے ذریعے اپنی مرضی کا سیاسی انتظام مسلط کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس قسم کی مداخلت غیر اخلاقی اور ناجائز جارحیت کہلائے گی۔ اور جو لوگ اس جارحیت کی حمایت اور مدد کریں وہ بھی اتنے ہی قابلِ مذمت ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے ہم نے ہمیشہ دُنیا کے ہر ملک میں بنیادی انسانی حقوق اور جمہوریت کے لئے قومی تحریکوں کی حمایت کی ہے اور مداخلت کاری کی جنگوں کی مذمّت کی ہے

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مشرقی پاکستان کی سرزمین ہماری سرزمین ہے اور مشرقی پاکستان کے عوام ہمارے اپنے عوام ہیں کوئی انصاف پسند یا ترقی پسند شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہماری سرزمین کا یہ حصہ اور ہمارے یہ عوام گذشتہ کئی سال سے سیاسی محرومیوں اور اقتصادی استحصال کا شکار رہے ہیں اور نہ ہی اس بات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ انہیں ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے جدوجہد کا پورا حق ہے۔ لیکن ہماری اپنی سرزمین پر غلطیوں اور ناانصافیوں کی اصلاح اور ازالہ ہمارا اور صرف ہمارا حق ہے۔ ہم آپس میں کتنے ہی طویل عرصے تک اور کتنی ہی شدت سے کیوں نہ لڑیں۔ ہم آپس ہی میں بالآخر کوئی نہ کوئی جائز اور منصفانہ حل ضرور تلاش کر لیں گے۔ بشرطیکہ ہمیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔ لیکن بھارت کے جنگجو فرقہ پرست اور توسیع پسند عناصر نے اندرا گاندھی کی حکومت کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارے داخلی اختلافات کو مسلح مداخلت کا بہانہ بنا کر ہماری سرحدوں میں جارحیت شروع کر دی اور اپنی پسند کا سیاسی حل یعنی پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ بہانہ بنگلہ دیش کے عوام سے ہمدردی ہے، لیکن ایک ضرب المثل ہے کہ تاں سے

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں



امریکہ کا رویہ ابتداء ہی سے منصفانہ ہوتا تو برصغیر ہندو پاک میں جنگ کے شعلے نہ بھڑکتے



اندرا گاندھی نے روسی دباؤ میں آکر امریکی تجویز کو تارپیڈو کردیا

وقائع نویس

بھارت :- ۱۱ دسمبر تک فائر بندی کے خلاف ہے۔

کیوں ۔؟

وہ اپنے پہلے سے تیار شدہ منصوبے کو ہر قیمت پر عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے۔ یعنی مشرقی پاکستان میں نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت کا قیام ۔ اس منصوبے کی تکمیل سے قبل وہ جنگ بندی کی ہر قرارداد کی مخالفت کرے گا۔ سلامتی کونسل میں ایسی دو قراردادیں پیش کی گئیں جس میں برصغیر پاک و بھارت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ "وہ فوراً جنگ بند کردیں اور اپنی فوجیں اپنی سرحدوں تک لے آئیں" بھارت کے حلیف ملک روس نے ان دونوں قراردادوں کو ویٹو کرکے ناکارہ بنادیا ۔ روس نے اپنی طرف سے ایسی دو قراردادیں پیش کیں جس میں مشرقی پاکستان کے سیاسی تصفیے پر زور دیا گیا" اور سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا گیا کہ "اس جھگڑے کے تیسرے فریق، بنگلہ دیش کے نمائندوں کو بلوا کر ان کی باتیں سنی جائیں"

اس سے قبل بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی بھی بار بار اعلان کرتی رہی ہیں کہ "بھارت ایسی کسی قرارداد کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہے گا۔ جس میں بنگلہ دیش کے عوام کے حقوق کے حصول کا ذکر نہ ہوگا"

فائر بندی کے سلسلے میں گذشتہ دنوں بھارت نے اپنے موقف کا اظہار واضح طور پر کردیا تھا۔ اندرا گاندھی نے بھارتی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "جنگ بندی بھارت اور پاکستان کی بجائے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان ہونی چاہئے" ۔ اندرا گاندھی کے اس تازہ ترین اعلان سے پہلے ان کے دوسرے اعلانات میں بھی بار بار اس بات کی طرف اشارہ کیا جاتا رہا کہ "جھگڑا پاکستان اور بھارت کے درمیان نہیں ہے، بلکہ مغربی پاکستان اور بنگلہ دیش کے عوام کے درمیان ہے۔ بنگلہ دیش کے بے گھر ہونے والے پناہ گزینوں کی مسلسل آمد سے بھارت درمیان میں پھنس گیا ۔ اور اس پر ایک زبردست اقتصادی بوجھ سنبھالنے کی ذمہ داری آن پڑی ہے اس صورت حال سے بنگلہ دیش کا مسئلہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ نہیں رہا۔ بلکہ تصفیہ طلب بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے"۔

بھارت کے اعلانات سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ "مشرقی پاکستان کا مسئلہ پاکستان کا داخلی مسئلہ نہیں ہے۔ بین الاقوامی رائے عامہ اسے ایک اہم اور سنگین مسئلہ تسلیم کرے، اور مشرقی پاکستان میں ایک ایسے سیاسی تصفیے کی راہ نکالی جائے۔ جس سے بھارت میں مقیم پناہ گزین اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں انہیں وہاں ہر طرح کی سیاسی اور اقتصادی بالادستی حاصل ہوجائے" بھارتی موقف میں ایک نکتہ انتہائی اہم ہے ۔ اور وہ یہ کہ دنیا سے "بنگلہ دیش" کے سیاسی وجود کی حقیقت کو تسلیم کروانا بھارت کی سفارتی اور ملٹری کارروائیوں کا محور اسی بنیادی نکتہ کے گرد گھومتا رہا ۔ اگر بھارت اپنی اس ڈپلومیسی میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بین الاقوامی سیاسی اور سفارتی سطح پر نام نہاد بنگلہ دیش جس کا ابھی تک کہیں وجود نہیں ہے۔ اس کی حیثیت مسلم ہوجائے گی ۔ بین الاقوامی دباؤ اس کی حمایت میں تیز ہوگا ۔ اور پاکستان کو بالآخر بین الاقوامی رائے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہوں گے ۔

سلامتی کونسل میں محض فائر بندی کی دو قراردادیں، بھارت کے مذکورہ بالا موقف کی منافی تھیں۔ چنانچہ روس نے ویٹو کردیا ۔ اور سلامتی کونسل کی دو بڑی طاقتیں یعنی فرانس اور برطانیہ نے دونوں بار رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ میں امریکہ کا ذکر اس لئے نہیں کررہا ہوں کہ اس کی موجودہ پالیسی کے بارے میں ذرا برابر خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں امریکہ ایک عیار، مکار اور عوام دشمن طاقت ہے ۔ وہ خود تو پاکستان کی حمایت میں لگا ہوا ہے بھارت کو مغضوب کررہا ہے اور اس کے دو حلیف اور زیر اثر ممالک فرانس اور برطانیہ رائے شماری میں حصہ نہیں لیتے ۔ روس کے ویٹو سے سلامتی کونسل کی کارروائی میں تعطل پیدا ہوگیا ۔ امریکہ اور دیگر چند ارکان کی خواہش پر یہ مسئلہ جنرل اسمبلی میں پیش کردیا گیا ۔ تازہ ترین خبروں کے مطابق جنرل اسمبلی نے نام نہاد "بنگلہ دیش" کے سیاسی تصفیے کا ذکر کئے بغیر جنگ بندی کی قرارداد بھاری اکثریت سے منظور کرلی ۔ ظاہر ہے

بھارت کی مسلسل ہٹ دھرمی، عالمی ادارے کے لئے کھلا چیلنج

اس قرارداد کا بھی وہی حشر ہونا تھا۔ جو اس سے پہلے سلامتی کونسل میں پیش کی جانے والی دو قراردادوں کا مقدر بن چکا ہے بھارت اپنی ہٹ دھرمی پر اس وقت تک قائم رہے گا۔ جب تک اقوام متحدہ "بنگلہ دیش" کے مسئلے کو تسلیم نہیں کر لیتا یا مشرقی پاکستان میں "بنگلہ دیش" کے سیاسی تصفیے کی راہ نہیں کھل جاتی بھارت نے اس سلسلے میں دنیا کے سامنے چند ضمنی نوعیت کے سیاسی مطالبات بھی پیش کر دیئے ہیں "شیخ مجیب الرحمان کو رہا کیا جائے۔ اور وہاں کی حکومت ان کے حوالے کر دی جائے"۔

اس بات کا امکان ہے کہ بھارت کی مسلسل سیاسی دباؤ کے پیش نظر جنرل اسمبلی کوئی ایسی قرارداد پیش کرے جس میں شیخ مجیب الرحمان کی رہائی اور بنگلہ دیش کے سیاسی اور اقتصادی حقوق کی بحالی کا بھی ذکر موجود ہو اقوام متحدہ کے عام اجلاسوں میں ایسی کسی قرارداد کی منظوری کے بعد بھارت اور اس کے حلیف ممالک اسے حرکت میں لانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے بھارت دنیا کے سامنے اس بات کا بانگ دہل اعلان بھی کرے گا کہ اس کا پاکستان سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جنگ کے دوران پاکستان نے اس کے جن علاقوں پہ قبضہ کر لیا ہے۔ وہ واپس دلائے جائیں۔ اس طرح مغربی محاذ پر پاکستان نے اب تک جن بھارتی علاقوں پر قبضہ جمایا ہے۔ اُن کی واپسی کے لئے سیاسی دباؤ زور پکڑ جائے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اونٹ اسی کروٹ بیٹھا تو فائدہ کسے ہوگا اور نقصان کون برداشت کرے گا بظاہر اس بات کا کوئی امکان نظر نہیں آتا اور اگر ایسی کوئی انہونی بات جنرل اسمبلی کی کوکھ سے برآمد ہو گئی اور اسے پاکستان پر مسلط کرنے کی کوشش بھی کی گئی تو شاید پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے۔ مگر اس امکان کو بھی اس واسطے مسترد کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کا بچہ بچہ جاگ رہا ہے۔ حکومت کسی ایسے سمجھوتے پہ ہرگز ہرگز تیار نہ ہوگی جس سے پوری قوم کے جذبات کا خون ہو۔ اور ملک کو عظیم نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔

اب آئیے ذرا برصغیر پاک و بھارت کی موجودہ صورتحال میں امریکی سامراج کا سیاسی کردار کا بھی جائزہ لیں۔ ان دنوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے امریکہ ہماری ہمنوائی میں آگے بڑھا ہے اور بھارت سے اس کے تعلقات میں کچھ بدمزگی اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے ہمیں امریکی سامراج کے بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے، امریکی ترجمان نے کہہ دیا ہے" کہ وہ بھارت سے اتنا ناخوش نہیں ہیں۔ جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ دراصل بھارت نے امریکی مشورے کو نظرانداز کر دیا۔ حالانکہ امریکہ شیخ مجیب الرحمان کی رہائی اور مشرقی پاکستان میں سیاسی تصفیے کے خفیہ مذاکرات کو آگے بڑھانے میں لگا ہوا تھا۔ بھارت نے روسی دباؤ کے پیش نظر جنگ چھیڑ کر امریکی کوششوں کو تارپیڈو کر دیا" ترجمان کے اس بیان سے قبل بھارت کے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے دہلی میں بھارت میں مقیم امریکی سفیر سے ملاقات بھی کی۔ امریکی ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ "امریکہ نے بھارت کو ۸۷ کروڑ امریکی امداد کا جو قرضہ بند کیا ہے اس سے ۱۳ کروڑ کی امریکی امداد کا قرضہ ہرگز متاثر نہ ہوگا" ان حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکہ بھارت سے بظاہر ناخوش ہے مگر درپردہ وہ بھارت سے اپنے تعلقات اس حد تک بگاڑنا نہیں چاہتا کہ بھارت پر اس کے رہے سہے اثر بالکل ختم ہو جائیں۔ امریکہ بھارت سے یقیناً ناخوش ہے" وہ محض اس لئے کہ مسز اندرا گاندھی نے اس کی تجاویز اور مشورہ کو یکایک نظرانداز کر کے روسی سوشل سامراج کی پالیسی پر چل پڑیں۔ بھارت سے امریکہ کی ناراضگی برصغیر

پاکستان کے عوام

بڑی طاقتوں کے

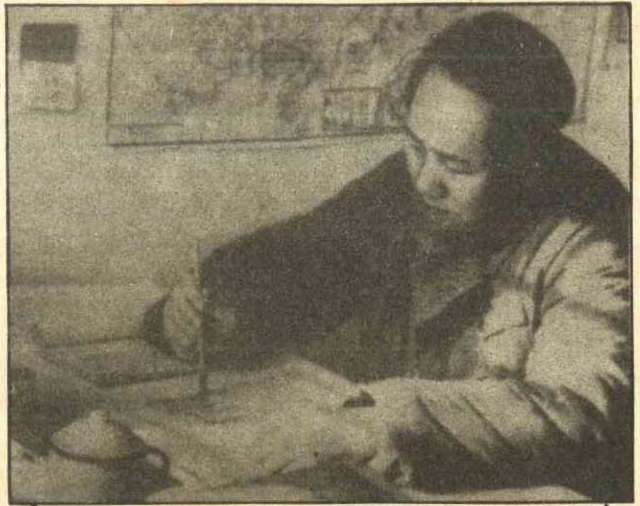
فریب میں

نہیں آئیں گے

میں امریکی اور روسی سوشل سامراج کے درمیان باہمی مفادات کی کش مکش کا نتیجہ ہے ورنہ بھارت تو وہی ملک ہے جسے امریکہ آج تک کیل کانٹے سے لیس کرتا رہا۔ ۱۹۶۵ء میں جس نے آنکھ بند کر کے بھارتی جارحیت کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ پھر ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ ابتدا میں امریکہ اور امریکی اخبارات کس طرح یک زبان شیخ مجیب الرحمان اور نام نہاد بنگلہ دیش کی ہمنوائی میں لگے ہوئے تھے۔ اس تنازعہ کو جس کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ محض امریکہ کی بھارت نوازی کے سبب کلکتہ میں پیر ٹکانے کی جگہ مل گئی۔ اگر امریکہ کا رویہ ابتدا ہی سے منصفانہ ہوتا تو شاید برصغیر ہند و پاک میں جنگ کے شعلے نہ بھڑکتے۔ اور پاکستان کو اپنی سالمیت اور بقا کی جنگ میں معروف نہ ہونا پڑتا

جہاں تک روسی سوشل سامراج کا تعلق ہے اس کی پاکستان دشمنی واضح ہو چکی ہے، وہ محض بھارت کو اپنے زیر اثر رکھنے اور بھارت کے وسائل سے فائدہ اٹھانے کی نیت میں اس حد تک اندھا ہو چکا ہے کہ اس کے سامنے ۱۲ کروڑ جیتے جاگتے باشندوں کا ملک پاکستان بے معنیٰ ہو کر رہ گیا۔ وہ برصغیر میں اپنے مفادات کے تحفظ اور اپنے پاؤں جمانے میں مصروف ہے۔ ساتھ ہی برصغیر میں چین کے اثرات کو زائل کرنے اور چین کو گھیرے میں لینے کے لئے مشرقی پاکستان میں نام نہاد بنگلہ دیش، تعمیر کرنے کا خواب ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتا ہے۔ موجودہ سنگین بحران اس کی اسی بوالہوسی کا نتیجہ ہے۔ پاکستان کے ۱۲ کروڑ عوام روسی سوشل سامراج کے اس گھناؤنے کردار کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ قومی اور بین الاقوامی صورت حال میں پاکستان کو کیا کرنا چاہیئے؟ بھارت سفارتی سطح پر اس وقت تک ٹال مٹول کا رویہ جاری رکھے گا جب تک اس کے منشا کے مطابق قرارداد منظور نہیں ہو جاتی۔ اس دوران وہ مشرقی پاکستان کی فوجی کارروائی پر خصوصی اور مغربی محاذ پر عمومی توجہ دے گا۔ اگر قرارداد اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوئی تو وہ بین الاقوامی رائے عامہ کو نظرانداز کر کے مشرقی پاکستان میں چھپا چھپٹی سے چند سوگز زمین پر نام نہاد بنگلہ دیش کے ڈھانچہ کو کھڑا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پاکستان کی فوجی کارروائی پہ دو طرفہ ذمہ داری ہے۔ مشرقی پاکستان میں ڈٹ کر مقابلہ جاری رکھا جائے۔ بھارتی سینا کو آگے بڑھنے سے روکا جائے اور مغربی محاذ پر خصوصاً جموں و کشمیر اور لاہور سیالکوٹ کے محاذ سے بھارت کے اندر فوجی پیش قدمی جاری رکھی جائے۔ اور سیاسی اونٹ کے کسی کروٹ بیٹھنے تک مغربی محاذ پر اتنا بڑا علاقہ قبضہ میں کر لیا جائے کہ بھارت اپنی من مانی شرائط پہ جنگ بندی نہ کرا سکے۔ اور نہ ہی بنگلہ دیش اسٹیٹ کا خواب شرمندہ تکمیل ہو سکے۔



عظیم پرولتاری ثقافتی انقلاب کے بارے میں

چیئرمین ماؤ کے خیالات

اشتراکی معاشرہ ایک طویل تاریخی مدت پر محیط ہوتا ہے۔ اشتراکیت کے تاریخی دور میں طبقات، طبقاتی جدوجہد اور طبقاتی تضادات باقی رہتے ہیں، اس دور میں اشتراکی ملک اور سرمایہ دارانہ ملک میں جدوجہد ہوتی رہتی ہے اور سرمایہ داری نظام کی بحالی کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ ہمیں اس جدوجہد کی طویل اور پیچیدہ نوعیت کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ ہمیں زیادہ ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیئے، ہمیں اشتراکی تعلیم کو فروغ دینا چاہیئے۔ ہمیں طبقاتی تضادات کو صحیح طور سے سمجھنا چاہیئے اور صحیح انداز میں طبقاتی جدوجہد کو جاری رکھنا چاہیئے۔ ہمیں عوام کے درمیان تضادات کو ان تضادات سے تمیز کرکے سمجھنا چاہیئے جو عوام اور دشمن کے درمیان ہوتے ہیں۔ ورنہ ہمارے جیسا اشتراکی معاشرہ اپنی ضد میں تبدیل ہو جائے گا، اور انحطاط کا شکار ہو جائے گا، اور سرمایہ دارانہ نظام عود کر آئے گا۔

اب ہمیں ہر سال، ہر ماہ اور ہر دن اس حقیقت سے خود کو اچھی طرح آگاہ کرنا چاہیئے تاکہ ہم اس مسئلہ کو معقول طور پر سمجھ سکیں اور مارکسی لینینی مسلک پر چلتے رہیں۔

ہم نے ایک عظیم فتح حاصل کرلی ہے۔ لیکن شکست خوردہ طبقہ پھر بھی ہاتھ پیر مارتا رہے گا۔ یہ لوگ (شکست خوردہ طبقہ کے لوگ) ہمارے آس پاس موجود ہیں۔ اور یہ طبقہ ابھی باقی ہے۔ لہٰذا ہم آخری فتح کی بات نہیں کرسکتے، آئندہ دس سال تک بھی نہیں کرسکتے، ہمیں غافل نہیں ہونا چاہیئے، لینینی نقطہ نظر کے مطابق ایک اشتراکی ملک کی آخری فتح کے لئے صرف اندرونِ ملک پرولتاریہ اور محنت کش عوام کی مساعی ہی کافی نہیں ہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ عالمی انقلاب کو فتح حاصل ہو اور ایک انسان . . دوسرے انسان کی لوٹ کھسوٹ کا نظام ساری دنیا میں ختم کردیا جائے۔ صرف اُسی وقت ساری انسانیت نجات حاصل کرے گی، لہٰذا ہمارے ملک میں انقلاب کی آخری فتح کی باتیں غیر سنجیدگی سے نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ بات لینن ازم کے منافی ہے۔ اور حقائق کے خلاف ہے۔"

(چیئرمین ماؤزے تنگ)

انقلابی باپ کی اپنے لڑکے کو ہدایت

یہ ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے۔ چیئرمین ماؤزے تنگ اس زمانے میں عوامی فوج اور پارٹی رہنماؤں کے . . . ینان کے پہاڑی غاروں میں رہتے تھے۔ اِسی زمانے میں ان کا پہلا لڑکا ماؤ آن ینگ ماسکو سے فارغ التحصیل ہو کر لوٹا، اور باپ کی بیٹے سے ایک لمبی مدت کے بعد ملاقات ہوئی۔

ابتدائی بات چیت کے بعد چیئرمین ماؤ نے اپنے لڑکے سے کہا "تم کتابوں کی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوچکے ہو۔ اب تم ذرا محنت کی یونیورسٹی میں داخل ہو جاؤ۔ مزدوروں اور کسانوں کی طرح محنت کرو، اس سے تمہاری معلومات میں اضافہ ہو گا، اور تمہارے کردار کو جلا ملے گی"۔

ماؤ آن ینگ باپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کھانے کے لئے جو خریدے اور کاشت کاری کے لئے پھاوڑا اور کھرپا حاصل کرلیا اور کھیتوں میں کسانوں کے ساتھ کھیتی باڑی شروع کردی ــ ۱۹۵۰ء میں جب امریکی سامراجیوں نے کوریا پر حملہ کیا تو ماؤ آن ینگ چینی رضاکاروں میں بھرتی ہو گیا۔ اور وہاں ایک معرکہ میں کوریا کے عوام کی آزادی کے لئے اپنی جان کی قربانی دے دی

(م - ب)

چین کی ایک خاص برآمد

چین بہت سی چیزیں اور مصنوعات برآمد کرتا ہے، لیکن اُس کی سب سے قابلِ قدر برآمد "خود انحصار" (SELF RELIANCE) ہے، دوسرے ملکوں کو اقتصادی امداد دیتے وقت چین کا مقصد ان پر دباؤ ڈالنا، غلبہ حاصل کرنا یا شرائط عائد کرنا نہیں ہوتا۔ وہ امداد لینے والے ملک کو اپنی منڈی سے نتھی نہیں کرتا۔ اُس کے نزدیک اگر اس کی امداد کسی ترقی پذیر ملک کو سیاسی طور پر زیادہ "آزاد" اور "خود مختار" بنا دے تو یہ بات خود اس کے اپنے فائدہ میں ہوتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عالمی سطح پر سامراج کمزور پڑتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ تازہ ترین مثال پاکستان کی ہے۔

جب پاکستان اور چین کے درمیان ۱۹۶۴ء میں فضائی رابطہ قائم ہوا تو امریکہ نے ڈھاکہ کے جدید ہوائی اڈے کے رن وے کی تعمیر کے لئے اپنی اقتصادی اور فنی امداد فوراً منسوخ کردی۔ جس کا مقصد پاکستان کو سزا دینا تھا۔ پاکستان نے حوصلہ نہ ہارا اور طے کیا کہ وہ خود ہوائی اڈہ کا رن وے تعمیر کرے گا۔ اس سلسلے میں انہوں نے چین کے انجینئروں سے کچھ مدد لی اور جلد ہی رن وے تعمیر کرلیا جو منصوبہ کے مجوزہ رن وے سے کہیں زیادہ بہتر تھا۔ اس اقدام سے اپنے پر بھروسہ کرنے کا جو جذبہ پاکستان میں پیدا ہوا اُس کے بارے میں پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کے ہوا باز اور عملہ کے دوسرے لوگ اکثر ذکر کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ اس کے بعد کچھ عرصہ تک امریکی حکومت نے امریکی اخبارات میں پی آئی اے کے ان اشتہارات کو چھپنے سے روک دیا۔ جن میں چین کے ہوائی مراکز کا حوالہ دیا جاتا تھا۔ لیکن پاکستانیوں نے اُسے "تمسخر سے" کاغذی شیر کے انتقام سے تعبیر کیا۔"

(امریکی خاتون صحافی اینا لوئی اسٹرانگ کے خط سے ماخوذ -)

بھارت کے شرمناک عزائم ۔ (۲)



بھارت مشرقی پاکستان کو مغربی

بھارت کو یقین ہو چکا ہے کہ وہ جنگ کے ذریعہ پاکستان کو ختم نہیں کر سکتا

پاکستان کے اپنے مفادات سے دستبردار ہو جانے سے بھی تنازعہ طے نہیں ہو سکتا، اگر ہم اپنے عوام اور اپنے علاقے چھن جانے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تو ہمیں اس بات کی توقع رکھنی چاہیئے کہ بھارت کے ساتھ ہماری سرحدیں دن بدن سمٹتی جائیں گی اور یہ عمل ہر دفعہ اتنی آہستگی سے ہو گا کہ ہم اس کا مناسب جواب دینے کے لئے مشتعل بھی نہیں ہو سکیں گے سائنس کی طرح بین الاقوامی سیاست میں بھی عام دلائل کارآمد ثابت نہیں ہوتے۔ سائنس نے بھی اس وقت ترقی شروع کی، جب کامن سینس کی جگہ ٹھوس تجربات اور دلائل کو تسلیم کیا جانے لگا مثلاً گلیلیو نے کامن سینس کے تمام اصولوں کے برعکس یہ ثابت کر دیا کہ ہلکے اور بھاری اجسام ایک ہی رفتار کے ساتھ بلندی سے زمین پر آتے ہیں۔

بین الاقوامی سیاست میں بھی کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں اور کسی مسئلے کا مثالی حل بڑی مشکل سے ملتا ہے، چونکہ ان مسائل کا تعلق انسانوں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی فیصلے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں جب فرانس کو شکست ہو گئی تو برطانیہ اگر کامن سینس کے دلائل پر یقین کرتا تو اُسے جرمن کے سامنے ہتھیار ڈال دینے چاہئیں تھے۔ لیکن ونسٹن چرچل نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے اپنے ملک کو خون، مشقت، آنسو اور پسینے کی پیشکش کی اور برطانیہ نے جنگ جیت لی۔

اس دلیل کی بنیاد پر کہ ملک کے ایک علاقے کی جدوجہد کے لئے پوری قوم کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ بھارت کو اس بات کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ سندھ اور کراچی کا علاقہ ہڑپ کر لے، اور کیا پاکستان کے لوگوں کے لئے یہ دانشمندی کی بات ہو گی کہ وہ کراچی اور سندھ کے عوام کی خاطر باقی علاقہ بھی قربان کر دیں؟ اس کے بعد بلوچستان کی باری آ سکتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے باقی علاقے بھی ہڑپ کر لئے جائیں گے۔

اگر اس دلیل کا اطلاق جموں اور کشمیر پر ہو سکتا ہے، جو پاکستانی عوام کو اتنا ہی عزیز ہے، جتنا راولپنڈی یا چٹاگانگ تو اس کا اطلاق پاکستان کے دوسرے علاقوں پر بھی ہو سکتا ہے یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں ہے نہ ہمیں اسے پیچیدہ بننے کی اجازت دینی چاہیئے، بھارت ایک بڑا ملک ہے۔ لیکن وہ خوفناک مسائل سے دوچار ہے ہم اگرچہ ایک چھوٹا سا ملک ہیں لیکن ہمارے ہاتھ میں راہ حق اور راستبازی کا موثر ہتھیار ہے برصغیر میں اب دوبارہ خون کی ہولی نہیں ہو گی کیونکہ داخلی اور بین الاقوامی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہمیں قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں رہنا چاہیئے۔ جموں کشمیر کا مسئلہ حل ہوئے بغیر بھی خونریزی ہوتی رہی ہے۔ جنگ بندی کی خلاف ورزیاں کی جا رہی ہیں اور مشرقی بھارت سے مسلمانوں پر مظالم کر کے انہیں نکالا جا رہا ہے، اقوام متحدہ اور اعلان تاشقند کی موجودگی میں لوگ بلاوجہ مارے جا رہے ہیں۔

بھارت جموں و کشمیر کیوں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ وہ اس لئے اس پر غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہے کہ کشمیر پاکستان کے خوبصورت جسم کا سر ہے اس پر قبضے کے ذریعے وہ پاکستان کی معیشت کو مفلوج کر سکتا ہے اور فوجی اعتبار سے پاکستان پر حاوی رہ سکتا ہے، بھارت کشمیر پر اپنا تسلط قائم کر کے دو بڑی طاقتوں چین اور روس کے ساتھ مشترکہ سرحدیں رکھ کر اپنی فوجی اہمیت بڑھانا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریے کی نفی کرنا چاہتا ہے اگر مسلم اکثریت کا یہ علاقہ بھارت کا ایک حصہ بن سکتا ہے تو قیام پاکستان کا بنیادی سبب ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ان اسباب کی بناء پر بھارت کشمیر پر قبضہ جمائے ہوئے ہے، پاکستان کو کشمیری عوام کی



جموں و کشمیر کو آزاد نہ کروایا گیا تو ملک میں تخریبی سازشیں زور پکڑ جائیں گی

آزادی اور حق خود اختیاری کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے اگر پاکستان تھک کر یا خائف ہو کر یہ جدوجہد چھوڑ دے گا۔ تو یہ مہلک فیصلہ ہو گا۔ تاہم اگر ہم تنازعات کے منصفانہ تصفیے کے بغیر بھارت سے دوستانہ تعلقات قائم کر لیں تو یہ پاکستان میں بھارتی قیادت کو مستحکم کرنے کا پہلا بڑا قدم ہو گا اور پاکستان اور دوسرے ہمسایہ ممالک بھارت کی طفیلی ریاستیں بن کر رہ جائیں گی۔

ستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین، نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو کا ایک اہم مضمون



ل میں ضم کرنے کی کوشش کرے گا

بیس سال اور دو جنگوں کے بعد پاکستان اپنی جداگانہ حیثیت تسلیم کرا سکا ہے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ ابھی تک یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستان ایسا بگڑا ہوا بچہ ہے جو کسی دن بھی آ کر بھارت ماتا کے گلے لگ جائے گا، بیرونی دباؤ کے تحت یا اپنے تجربات کی روشنی میں بھارت ۱۹۶۵ء کے بعد سے پاکستان کے ساتھ تعاون کی بات کرنے لگا ہے، وہ اس حربے سے چاہتا کیا ہے؟ بھارت دراصل بھاری دفاعی اخراجات میں کمی کر کے اپنی معیشت کو سنبھالا دینا چاہتا ہے اور اس وقفہ سے فائدہ اٹھا کر میزو اور ناگا قبائل جیسے علیحدگی پسند

بھارت جنوبی ہندوستانیوں سکھوں اور راجپوتوں کی بے چینی دبانا چاہتا ہے

عناصر کو کچلنا چاہتا ہے جو مشرقی پاکستان کے بہت قریب ہیں، وہ جنوبی ہندوستانیوں، سکھوں، راجپوتوں میں بے چینی کے اظہار کو دبانا چاہتا ہے۔ اور بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کے جذبۂ حریت کو کچلنا چاہتا ہے! اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان اگر مسلسل کشیدگی برقرار رہی تو بھارتی مسلمانوں کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا یہ دلیل دراصل پاکستان کو بلیک میل کرنے اور بھارتی مسلمانوں کو خوفزدہ رکھنے کے لئے دی جاتی ہے کہ وہ بھارت میں بطور یرغمال ہیں لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے گا تو اس کے برعکس یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک مضبوط، مستحکم اور پُرعزم پاکستان جو اپنے جائز اور منصفانہ حق سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہو بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کی بہترین ضمانت ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے رضاکارانہ طور پہ پاکستان کے لئے ووٹ دیئے تھے تقسیم ملک کے لئے جہاں ان علاقوں کے مسلمانوں نے ووٹ دیئے جو پاکستان میں شامل ہونا تھے وہاں ان مسلمانوں نے بھی ووٹ دیئے جو یہ جانتے تھے کہ ان کے علاقے پاکستان میں

شامل نہیں ہوں گے مسلمانوں کی خوداعتمادی اس وقت نقطۂ عروج پر تھی جب قائداعظم محمد علی جناحؒ دو قومی نظریئے کی بنیاد پر ہندو لیڈروں سے ٹکرلے رہے تھے، تقسیم کے بعد بھارت اپنے مسلمان شہریوں کے درپے اس لیے ہوا کہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ پاکستان اتنا کمزور اور غیر مستحکم ہے کہ وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر پاکستان کمزور ہو تو بھارت کو اور شہ ملے گی کہ وہ اپنے نہتے مسلمان شہریوں پر ظلم ڈھائے اس کے برعکس مستحکم پاکستان ان کے تحفظ کی بہترین ضمانت



ہے کیونکہ بھارت چوکس اور طاقتور پاکستان کو مشتعل کرنے سے گھبرائے گا، یہ محض اتفاق کی بات نہیں کہ آزادی کے بعد بیس برسوں میں عین جنگ کے موقعہ پر جنگ کے نتیجے میں ہی بھارت ایک مسلمان کو اپنا صدر منتخب کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر پاکستان کمزور ہو تو بھارتی حکومت اپنی اقلیتوں کا جو حشر کرنا چاہے کرے گی اور بھارتی مسلمانوں کو سخت مصائب جھیلنے پڑیں گے لیکن ریاست جموں کشمیر کے مسلمان سب سے پہلے بھارتی حکومت کے مظالم کا نشانہ بنیں گے، جھگڑوں کے منصفانہ تصفیے کے بغیر جونہی پاکستان بھارت سے تعاون کرنے لگے گا کشمیری مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ پاکستان نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اور اب ان کے لئے بھارتی جارحیت کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا، اگر پاکستان جیسا خودمختار اور مسلح ملک بھارت کے سامنے جھک جاتا ہے تو نہتے اور مظلوم کشمیریوں سے بھارت کے خلاف مزاحمت کی ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ پاکستان کو سرنگوں کرنے کے بعد بھارت سکم اور بھوٹان کی ہمالیائی ریاستوں کے

ساتھ یہی سلوک کرے گا۔ اس کے بعد نیپال اور سیلون کی باری ہو گی اور جب برصغیر کے اس کونے سے اُس کونے تک بھارت کی اجارہ داری قائم ہو جائے گی۔ تو پھر وہ مسلمانوں کے حق خودارادیت کی تحریک کے ہر امکان کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ پاکستان جب غیر مساویانہ شرائط پر جھک کر بھارت سے تعاون کرنے لگے گا۔ تو بھارت سب سے پہلے مشرقی پاکستان کے زرخیز علاقوں کی طرف متوجہ ہو گا۔ اور دھمکیوں، سازشوں اور اندرونی ثقافتی حملوں کے ذریعے مشرقی پاکستان کو مغربی بنگال میں ضم کرنے کی کوشش کرے گا۔ بھارت یہ پروپیگنڈہ کرے گا کہ پچاس لاکھ کشمیریوں کی خاطر ساڑھے پانچ کروڑ مشرقی پاکستانیوں کا مستقبل کیوں خطرے میں ڈالا جائے جبکہ کشمیری مسلمان بھی ان کیلئے اتنے ہی دور اور اتنے ہی اجنبی ہیں، جتنے عراق یا ایران کے مسلمان مشرقی پاکستانیوں سے مسلسل اپیلیں کی جائیں گی کہ وہ مغربی پاکستان کا غلبہ ختم کر دیں مغربی پاکستان میں بھی ایسے بااثر افراد تلاش کئے جائیں گے جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حق میں دلیلیں پیش کریں گے ایسے تخریبی ایجنٹ جو ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، اس بات کا پروپیگنڈہ کریں گے کہ مشرقی پاکستان پاکستان کے لئے بوجھ ہے۔ اور اسے الگ کر کے ہمیشہ کے لئے اس بلیک میلنگ سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ جموں کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے قوم کا عزم اگر ایک بار پھر متزلزل ہوا تو ملک کے دونوں حصوں کے اتحاد کو ختم کرنے کی تخریبی سازشیں زور پکڑ جائیں گی۔ اگر پاکستان اس طرح تقسیم ہو گیا تو ہر حصہ فوری طور پر اپنی آدھی اہمیت کھو بیٹھے گا اور برصغیر میں امن استحکام کے دو مضبوط ستونوں کی جگہ پاکستان دو کمزور اور بیمار ریاستیں بن کر رہ جائے گا، ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک مشرقی پاکستان مغربی بنگال میں ضم نہیں ہو جاتا۔ اور پھر اس سے مغربی پاکستان میں بھی علیحدگی کے رجحانات کی حوصلہ افزائی ہو گی بھارت نے پاکستان کو وجود میں آنے سے روکا لیکن اس میں اسے ناکامی ہوئی، قیام پاکستان کے بعد اس نے

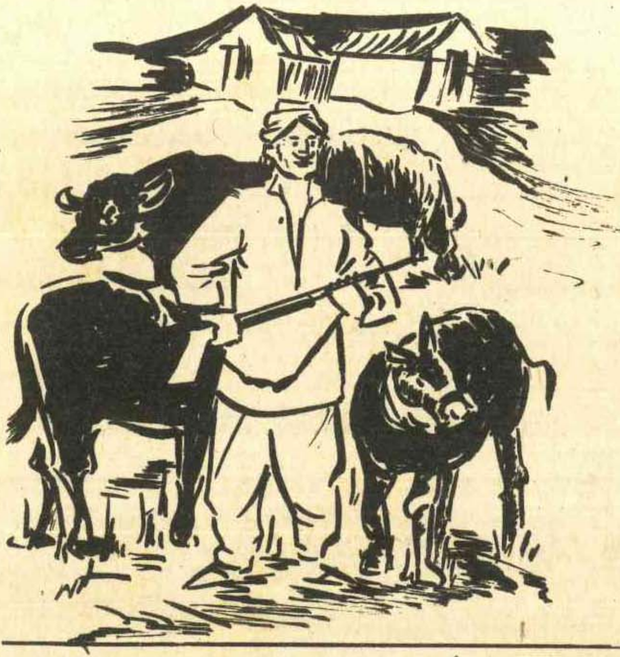


عالمی بنک مشرقی پاکستان کا پانی مغربی بنگال کو دلانا چاہتا ہے

نوزائیدہ مملکت کی اقتصادی ناکہ بندی کی تاکہ ہماری معیشت تباہ ہوجائے لیکن بھارت کا یہ حربہ بھی پاکستان کو ختم کرنے میں ناکام رہا بلکہ اس کے بجائے پاکستان اور زیادہ مستحکم ہوگیا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد سے بھارت کو یقین ہوگیا کہ وہ جنگ کے ذریعے پاکستان کو ختم نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اب اس نے جنگ کے بجائے "اعلان تاشقند کے جذبے سے" تعاون کی پالیسی اختیار کی۔ اب بھارت پرامن تعاون کا ظاہری لالچ دے کر پاکستان کو اپنا طفیلی بنانا چاہتا ہے۔ اس پر پہلا اعتراض بھی کیسے ہوسکتا ہے بھارت کے دوستی کے لئے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو جھٹک دینا غیر معقولیت معلوم ہوتی ہے لیکن بھارت چوروں کی طرح عقبی دروازوں سے پاکستان میں داخل ہونا چاہتا ہے اس سلسلے میں بڑی طاقتیں بھی اس کی مدد کریں گی۔

پاکستان کو ختم کرنے کے سلسلے میں بھارت اور امریکہ میں اختلاف اس وقت پیدا ہوگا۔ جب کہ امریکہ بھارت پر چین سے جنگ کرنے کے لئے دباؤ ڈالے گا۔ بھارت کا مقصد پاکستان کو اپنی عظمت بڑھانے کے لئے زیر کرنا ہے جب کہ امریکہ اسے چین کے خلاف اشتعال انگیز گھیراؤ کے لئے زیر کرنا چاہتا ہے مشترکہ مقصد کے باوجود پاکستان کو ختم کرنے کے سلسلے میں امریکہ اور بھارت کے نقطہ نظر میں واضح تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر پاکستان صورت حال کا صحیح تجزیہ کرے تو وہ اس تضاد سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بھارت مشترکہ منصوبوں کی پیش کش تو کرے گا لیکن ان پر عمل کرنے سے گریز کرے گا۔ بھارت پاکستان کو ضم کرنے کی تجاویز کا توخیر مقدم کرے گا۔ لیکن اگر اس تعاون کا مقصد چین کا مقابلہ ہے تو وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ دو ایسے ممالک جن کے درمیان علاقائی اور بنیادی متنازعہ مسائل موجود ہوں کبھی کامیابی سے تعاون کر سکے ہوں، یہ ایسا ہی ہے جیسے مصر یا شام سے کہا جائے کہ وہ ملکر اسرائیل پر فوج کشی کریں اس کے برعکس بعض غیر ملکی ماہرین یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں دو معیشتیں ہیں، اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال کی معیشت کا انحصار ایک دوسرے پر ہے، بالفاظ دیگر داخلی طور پر ایک قوم کی حیثیت سے پاکستان کی دو معیشتیں ہیں لیکن خارجی طور پر ملک کے مشرقی حصے کی معیشت بھارت کے ایک حصے سے اس طرح منسلک ہے کہ اسے الگ نہیں کیا جاسکتا عالمی بنک جھگڑوں کے تصفیئے کے بغیر اور ایک خود مختار ملک کے حقوق کے تحفظ کے اصولوں سے قطع نظر یہ دستی تم پہ دریائے گنگا کے پانی کی تقسیم کا حل مسلط کرنا چاہتا ہے۔

عالمی بنک دونوں ملکوں کے درمیان ایسا تعاون چاہتا ہے کہ مشرقی پاکستان اپنے حصے کا پانی مغربی بنگال کو دے دے یہاں سندھ طاس معاہدے کی مثال کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس معاہدے کا مقصد یہ تھا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان دریائی پانی اس طرح تقسیم کیا جائے کہ دونوں کا ایک دوسرے پر سے انحصار ختم ہوجائے۔ لیکن مشرقی پاکستان کے معاملے میں جو کوششیں کی جارہی ہیں ان سے مشرقی پاکستان کا مغربی بنگال پر انحصار بڑھ جائے گا۔ ایسی صورت میں پاکستان مغربی بنگال کے رحم وکرم پر ہوگا جس کے نتائج تباہ کن ہوں گے اسے مثال بنا کر ہائیڈرو الیکٹرک کے دوسرے مشترکہ منصوبے تجویز کئے جائیں گے۔ پھر زراعت اور صنعت میں تعاون کی تجویز پیش کی جائے گی۔ مسلح افواج میں کمی کی تجویز پہلے ہی پیش کی جاچکی ہے اس تجویز میں دیگر خامیوں کے علاوہ جن کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے سب سے بڑی خامی یہ ہوگی کہ بھارت چین کے خطرے کا ہوا دکھا کر ہمیشہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا۔ اور امریکہ سے گٹھ جوڑ کر کے معاہدے کی پابندیوں سے بچے گا۔ اگر اسے دشواری محسوس ہوئی تو دوسری چھوٹی طفیلی ریاستوں کے توسط سے اسے اسلحہ فراہم کیا جائے گا۔ اس طرح یہ سمجھوتہ بھارت کے لئے غیر موثر ہوگا۔



امن کی تلاش میں

افسانہ

شہشاد احمد

رحمت ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا

تیز دھوپ سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ ہتھیلی سے جلدی جلدی انھیں ملنے لگا۔

باہر آنگن سے بیلوں کے ڈکرانے کی آوازیں آرہی تھیں بھینس ابھی تک دودھ نہ دوہے جانے کی وجہ سے الگ رسہ تڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ رحمت نے پلٹ کر دیکھا تو خلافِ معمول اپنی بیوی نیامت کو ابھی تک سوتے ہُوئے پایا۔ اس نے اُسے جلدی جلدی جھنجوڑا۔

"نیا متے، او نیا متے۔ اُٹھ جا سورج تو سر پہ آپہنچا ہے" نیا متے چونک کر اُٹھی اور آنکھیں ملنے لگی۔

"ان حرامجادوں نے رات بھر سونے نہیں دیا۔" پھر وہ اُٹھ کر کونے میں رکھی ہُوئی دودھ والی ہنڈیا کو دیکھتی ہُوئی جلدی جلدی ہاتھ مُنہ دھونے لگی

رحمت نے بھی دو چار چھپاکے مارے، کرتے کے دامن سے مُنہ پونچھا اور باہر نکل گیا۔ آنگن میں ایک طرف رکھی ہُوئی "پنجالی" اُٹھائی اور بیلوں کو جوتنے لگا۔۔ مضطرب بیل اس کی تھپکیوں کے بعد بالکل پرسکون ہوگئے۔

رحمت بیلوں کو ہانکتے ہُوئے باہر نکل رہا تھا — بیلوں کی گھنٹیوں کی آوازوں میں اس کی مردانہ، پاٹدار آواز اُبھری۔

"نیا متے۔ پہلے بھینس کو دوہ لے۔ دیکھ تو کس قدر بے چین ہو رہی ہے" نیا متے نے بڑابتی ہُوئی بھینس کی پیٹھ پر تھپکی دی اور بالٹی لینے اندر چلی گئی

گلی میں گزرتے ہُوئے رحمت کو گاؤں کے جانے پہچانے راستے کچھ اجنبی سے لگے۔ وہ ہمیشہ سے عادی تھا کہ مُنہ اندھیرے بیلوں کی گھنٹیوں کی تانوں پر آسمان پر بکھرے ہوئے تارے گنتا ہوا اپنے کھیتوں میں پہنچ جاتا۔ لیکن آج آسمان پر تاروں کی بجائے جلتے ہُوئے سُورج کی حکمرانی تھی۔ اور اُس کی تیز جھلستی ہُوئی شعاعیں ابھی سے اُس کے جسم کو چھید رہی تھیں۔

امن، امن، امن

اور امن کی یہ پُکار

بموں کے دھماکوں میں

دم توڑ گئی

جب وہ کھیتوں پر پہنچا تو مخصوص ملگجے اندھیرے کی بجائے کھیتوں میں جلتا ہُوا تانبا سا بکھرا ہُوا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر وقت ضائع کرنے کی بجائے بیلوں کو چمکارا اور دھرتی کا سینہ چیرنے لگا۔ ابھی پہلا چکر پورا نہ ہُوا تھا کہ اسے ایک ذہنی دھچکا لگا۔ کھیت کے اس کونے میں مٹی ادھڑی پڑی تھی اور مٹی کے انبار کے بیچ میں دسیوں فٹ گہرا گڑھا تھا۔ اس گڑھے کو دیکھ کر اُسے احساس ہُوا کہ جنگ اُس کے گھر تک آپہنچی ہے۔ رات کو کتنی بار زوردار دھماکے ہُوئے۔ وہ اور نیا متے بار بار اُٹھ جاتے اور اپنی جوان بیٹی حفیظاں کو تسلی دینے لگتے۔ تھوڑی دیر بعد جب سکون ہو جاتا تو پھر سو جاتے۔ جنگ نے انھیں صرف اس قدر متاثر کیا تھا کہ اُن کی زندگی آج صبح نسبتاً ذرا دیر سے شروع ہُوئی تھی۔

رحمت وہیں مٹی کے انبار پر بیٹھ گیا اور اُس گہرے کنویں پر نظریں جمادیں۔ اس کا جی چاہا کہ وہ ہندوستان کو ننگی دو چار گالیاں دے دے۔ پھر اُس نے سوچا۔

"چلو ایک گڑھا ہی تو ہے۔ آس پاس کی مٹی بھر لوں گا اور باقی اِدھر اُدھر سے اکٹھی ہو جائے گی" یہ سوچتے ہُوئے وہ ایک بار پھر ہل کی طرف لپکا لیکن اس کی نظر دوسری طرف اُٹھ گئی۔ اور ادھر دیکھتے ہی اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ بھاگتا ہُوا گنے کے اس کھیت کی طرف آیا۔ جہاں فصل جوان ہو چکی تھی۔ اور وہ اسے دو چار دن بعد بس کاٹنے ہی والا تھا۔ اور اُسے محسوس ہُوا جیسے اس کے سینے کے پرخچے اُڑ گئے ہیں اور وہ ہر طرف بکھر گئے ہیں۔ اس کی مہینوں کی محنت برباد ہو چکی تھی۔ کھیت میں جگہ جگہ وسیع و عریض گنجے، جھلسے ہُوئے سپاٹ میدان اُبھر آتے تھے۔ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس کی کنپٹیوں کے نیچے سرسراہٹ سی ہونے لگی۔ وہ نڈھال

سا وہیں گر گیا۔

"جنگ" اس نے سوچا "مجھے جنگ سے کیا مطلب۔ میں تو ایک امن پسند کسان ہوں۔ جو دھرتی کا سینہ چیر کر اس پر بسنے والوں کے لئے زندہ رہنے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ میری کسی سے دُشمنی نہیں۔ پھر مجھے کیوں اس جنگ میں شامل کر لیا گیا ہے؟"

پھر اس کی جوان بیٹی حفیظاں چیختی چلاتی اس کے دماغ کی سطح پر تیر آئی۔

اگلے مہینے تو اس کا بیاہ ہونا تھا۔ یہ گنے کے کھیت تو اس کی شادی کا جوڑا تھے۔ "اب کیا ہو گا؟"

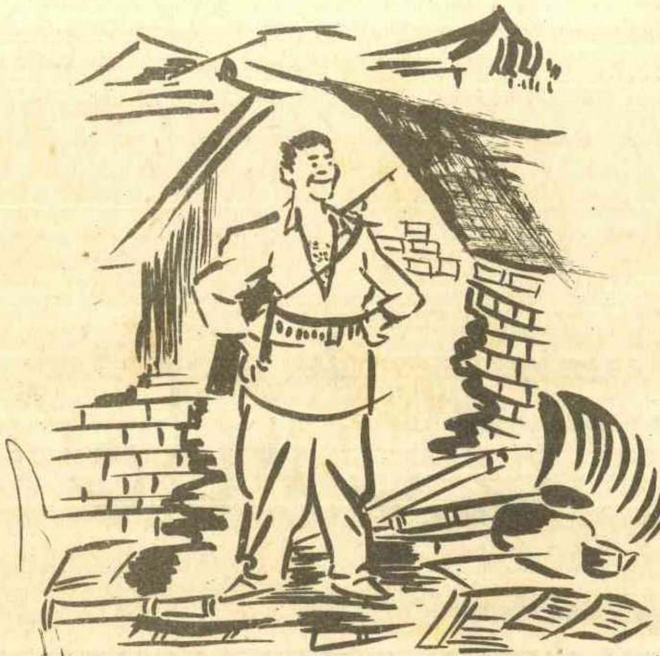
ابھی رحمت ان سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ دفعتاً ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سے گونج اُٹھی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پھٹ پڑا۔ ہر طرف آگ اور دھوئیں نے اپنا تسلط جما لیا۔ کسانوں کے کھیت اور کھلیان جلنے لگے۔ ان کے مٹی کے گھروندے زمین بوس ہونے لگے۔ اس گڑگڑاہٹ میں انسانیت کی دبی دبی گھٹی گھٹی کراہیں شامل ہو گئیں۔

رحمت کھلے آسمان کے نیچے بیٹھا یہ سب کچھ دیکھتا رہا اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں خوف و ہراس کی پرچھائیاں تھیں ——وہ چیخ اُٹھا۔

"امن۔ امن ۔ امن" اور امن کی یہ پکار بموں کے دھماکوں میں اسے خود بھی سنائی نہ دی۔

جب ذرا دھواں چھٹا تو اس نے ایک اور بھیانک منظر دیکھا۔

اس کے بے زبان بیلوں کی دھجیاں اُڑ چکی تھیں —— ان کے تنومند کسے ہوئے پٹھوں کی جگہ چند جھلسی ہوئی ہڈیاں پکار پکار کر انسانی بربریت کا ماتم کر رہی تھیں۔ اب اس میں کچھ اور دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے، وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا —— اس کا جھونپڑا جہاں شاید یہ منظر اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹ جاتے ۔ وہ پوری قوت سے



بھاگا —— راستے میں کئی بار گرا لیکن اس کے قدم نہ رُکے وہ اس عفریت سے جتنی دور ہو سکے چلا جانا چاہتا تھا ——

گاؤں کے قریب پہنچنے پر دبی دبی آہوں اور سسکیوں نے اس کا سواگت کیا —— لیکن اس کے کان سماعت سے محروم ہو چکے تھے —— وہ بھاگا چلا جا رہا تھا —— پھر وہ اندازے سے اپنے جھونپڑے کے پاس آ کر رک گیا —— اس نے گھور گھور کر چاروں طرف دیکھا —— جھونپڑا! اس کا جھونپڑا تو کیا اس کے گاؤں کا ہی نام و نشان مٹ چکا تھا —— یہاں چند لمحے پہلے وہ ہنستی کھیلتی زندگی کو چھوڑ کر گیا تھا۔ وہاں اب موت اور ویرانی کی حکومت تھی —— ملبے کے نیچے ادھ کچلے جسم اپنے ہاتھوں سے مٹی ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا تو اس کا پاؤں ایک انسانی ہاتھ سے اُلجھ گیا۔ اس نے جھک کر ہاتھوں سے جلدی جلدی اینٹیں ایک طرف ہٹائیں —— اور پھر کھینچ کر پورا جسم باہر نکال لیا —— وہ نیامتے تھی —— اس کا سر پھٹ چکا تھا۔ اور اس کے چہرے پر مٹی اور خون کا پلستر تھا —— وہ چیخنے لگی —— رحمت نے اسے پاس ہی لٹا دیا —— پھر دونوں کی نظریں ایک ساتھ اٹھیں۔ چند قدم کے فاصلے پر حفیظاں پڑی تھی۔ اس کے سر کی جگہ سیاہی مائل خون کی مٹی پر جمی ہوئی ایک چھوٹی سی دھار تھی ——

رحمت کے سر میں کروڑوں چیونٹیاں ڈنک مارنے لگیں وہ پاگلوں کی طرح آگے بڑھا اور ملبے میں کچھ تلاش کرنے لگا —— چند لمحوں بعد اس کی رائفل اس کے ہاتھ میں تھی —— وہ نیامتے کے پاس چند لمحوں کے لئے رک گیا —— نیامتے کراہتی ہوئی اس کے سامنے کھڑی ہو گئی ——

"رک جاؤ —— رک جاؤ" اس کی چیخ فضاؤں میں کھو گئی ——

رحمت نے آہستہ سے اسے ایک طرف ہٹا دیا ——

جلی مٹّی کی خُوشبو

غلام الثقلین نقوی

پکی سڑک اگرچہ اس کے گاؤں تک تو نہیں جاتی تھی لیکن دس بارہ میل کا فاصلہ لاری پہ طے ہو جاتا اور کوس دو کوس پیدل چل لینا کون سا مشکل تھا۔ آج اسے سیالکوٹ سے بس نہیں ملی تھی کیوں کہ جنگ کے بعد ابھی تک اس کا علاقہ آباد نہیں ہوا تھا اور آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی۔

وہ اللہ کا نام لے کر پیدل چل پڑا۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔ دھوپ میں نرمی بھی تھی اور حدت بھی سردیوں میں ایک دو اچھی بارشیں بھی ہو گئی تھیں۔ سیالکوٹ سے نکلتے وقت اسے کھیتوں کا سماں بہت اچھا معلوم ہوا۔ ہریالی لہرا رہی تھی اور گندم کے پودے دھوپ میں نہا رہے تھے۔

جنگ سے لے کر اب تک وہ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے پاس رہا تھا اس نے گندم کی بوائی میں ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔ نم دار مٹی کی باس بھی سونگھی تھی۔ یہ دھرتی بھی پرائی نہیں تھی پر اس مٹی کی خوشبو کچھ اور ہی تھی جس میں اس کا خون پسینہ ملا ہوا تھا۔ جب اس کو پتہ لگا کہ اس کا علاقہ دشمن سے خالی ہو گیا ہے تو اس کے ہاتھ ہل کی ہتھی کو گرفت میں لینے کے لئے بے قرار ہو گئے تھے۔ اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ اٹھی تھیں۔

پکی سڑک کے دونوں کناروں پہ گھاس اگی ہوئی تھی اور درختوں پر شگوفے پھوٹ رہے تھے، گھاس میں ایک بے نام سی خوشبو تھی، اس نے خوش ہو کر سوچا میرے کھیت گھاس سے اٹ گئے ہوں گے۔ گھاس کتنی لجپال ہے۔ دھرتی کا ننگ نہیں دیکھ سکتی پر جب ہم دھرتی کا سینہ پھاڑتے ہیں تو سب سے پہلے گھاس کو جڑ سے اکھاڑتے ہیں۔۔۔۔۔" وہ سوچتے سوچتے رک گیا میں ہل کہاں سے لاؤں گا اور بیلوں کی جوڑی گورا اور لاکھا۔۔۔۔۔ اور بھوری جسے بچہ دیئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا اور ابھی تک اس کے دودھ سے کچی کلیوں کی خوشبو آ رہی تھی۔۔۔۔۔ شرر۔۔۔ شرر۔۔۔۔۔ شرر۔۔۔۔۔ وہ خود بخود مسکرا اٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے بھوری کے تھنوں سے دودھ کی دھارا پھوٹ رہی ہو اور پیتل کی بالٹی کا پیندا دھاروں کی مضراب سے دوتارے کی طرح بج اٹھا ہو اور جھاگ اٹھ رہا ہو۔ سفید سفید جھاگ جس میں موتیے کی کلیاں اور چودھویں کی چاندنی گھل مل گئی ہو۔" بھوری دودھ اور گھی کے لئے علاقے بھر میں مشہور تھی۔ مست پور کا ذیلدار تہمد کی ڈب میں ہزار روپے کے نوٹ باندھ کر آیا پر میں نے کہا چوہدری بھوری میری جان ہے اپنی جان کو کون بیچتا ہے بھلا؟ پھر وہ یکایک اداس ہو گیا نہ جانے اب بھوری کس کے پاس ہے؟ اس رات۔۔۔" اسے جھرجھری سی آئی۔ اس رات کا تصور بہت بھیانک تھا۔ نرم نرم چمکیلی دھوپ میں وہ اس اندھیری رات کے متعلق کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا اس نے رفتار تیز کر لی لیکن اس کے اس کے خیالات اس سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے گورا لاکھا اور بھوری بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے وہ انہیں چھو نہ سکتا تھا لیکن وہ گورے اور لاکھے کے پسینے کی باس سونگھ رہا تھا اور بھوری کے دودھ کی خوشبو۔۔

"ہوں! سڑک کے عین درمیان اتنا بڑا گڑھا۔" وہ چونک گیا۔ یہاں کوئی گولہ گرا ہو گا۔ اس نے سوچا۔ "میں اب وہاں پہنچ چکا ہوں جہاں جنگ ہوئی تھی"۔

جنگ!

جنگ کتنا چپکے سے آئی تھی جیسے اس کے پاؤں زمین پر نہ ہوں۔ رات کے اندھیرے پر۔۔۔ وہ اس دن حسب معمول کنوئیں پر سو رہا تھا۔ لاکھے اور گورا سارا دن کنواں چلاتے رہے تھے اور اب وہ تھک کر لیٹ چکے تھے وہ خود بھی تھک چکا تھا۔ آسمان پہ بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا اور ہر طرف خاموشی تھی، کھاٹ پر لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی تھی وہ سو گیا تھا کہ وہ چپکے سے دبے پاؤں آ گئی

سڑک کے کنارے چلتے چلتے وہ یکدم رک گیا یہاں سے ایک پگڈنڈی پھوٹتی تھی جو بل کھاتی ہوئی اس کے گاؤں تک جاتی تھی اس رستے میں کنوئیں تھے اور گاؤں تھے اور ہر گاؤں کے باہر برگد یا آم کا درخت تھا جہاں لوگ بیٹھے حقہ پی رہے ہوتے تعارف کے لئے صرف ایک سلام علیکم کی ضرورت تھی، پانی یا لسی کا ایک پیالہ حقے کے دو کش اور مسافر تازہ دم ہو کر آگے بڑھ جاتے جب سے سڑک پکی ہوئی تھی لوگ پگڈنڈی کو بھول گئے تھے لیکن جب دشمن نے سڑک پہ قبضہ کر لیا تو لوگ اس پگڈنڈی کی راہنمائی میں امن کی جگہ تک پہنچ سکے تھے، اب وہ پگڈنڈی غائب تھی۔ کھیتوں کی ھینڈیں لوٹ چکی تھیں اور کھلے میدان میں دور دور تک کوئی نشان ایسا نہیں تھا۔ جو پگڈنڈی کو واضح کرتا۔ تاہم سڑک سے کچھ دور ہٹ کر درختوں کا وہ جھنڈ موجود تھا جو تھکے ہوئے مسافر کے لئے پہلی مہان سرائے کا کام دیتا تھا۔ وہ اس کی طرف چل پڑا۔

درختوں میں گھرا ہوا کنواں غیر آباد تھا۔ اور وہ پتوں، گھاس پھوس اور سوکھی ہوئی شاخوں سے اٹ گیا تھا۔ جھنڈ سے کچھ فاصلے پر بنے ہوئے مورچے ابھی تک موجود تھے، وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر اس کی چھاؤں میں بیٹھ گیا

اس دن جب وہ رات کی پراسرار بوجھل خاموشی سے چونک کر بیدار ہوا تھا تو ایک انجانا خوف کوڑیالے سانپ کی طرح رینگ کر آیا تھا اور اس کے لمس سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ تب سرحد کی طرف سے گولیوں کے چلنے کی آواز آئی تھی اور پکی سڑک پر ٹرک اور جیپوں کے چلنے کا شور بلند ہوا تو وہ گاؤں کی طرف بھاگا وہ گورے لاکھے اور بھوری کو کنوئیں پر چھوڑ آیا تھا حالانکہ بھوری اسے گاؤں کی طرف جاتے دیکھ کر تھان پہ کھڑی ہو گئی تھی۔ گاؤں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ جنگ کی لپیٹ میں آ چکے ہیں وہ سیدھا اپنے گھر گیا۔ اس نے جیناں اور بچوں کو ساتھ لیا اور اسی پگڈنڈی

پر آ پہنچا کیوں کہ یہ سڑک سے دور دور چلتی تھی اور اس کے دونوں طرف کھیتوں اور درختوں کا حصار تھا اور یہ پگ ڈنڈی اس کے کنوئیں کے پاس سے گذرتی تھی لیکن وہ گورے، لاکھے اور بھوری کو ساتھ نہ لایا۔ وہ نفسا نفسی کے عالم میں ان کو بھول گیا۔ جو مدتوں سے اس کے دُکھ سُکھ کے ساجھی تھے اس نے اپنی جان کو عزیز سمجھا وہ کتنا بے وفا نکلا تھا۔

لیکن وہ رات قیامت کی رات تھی اس رات باپ بیٹے سے اور ماں بیٹی سے بچھڑ گئی تھی اور اس کے ساتھ تو اس کے بال بچے تھے اور وہ انہیں ساتھ ساتھ لئے چل رہا تھا۔ یہ بھی کیا کم تھا کہ وہ انہیں نہیں بھولا۔ ساری رات وہ چلتے رہے اور جب پو پھٹی تو وہ پگڈنڈی اور سڑک کے نقطۂ اتصال پر پہنچ گئے اس کنوئیں پر مورچے کھُدرہے تھے اور توپوں کے دہانے آسمان کی طرف بلند تھے۔ اب ہم محفوظ ہیں" اس نے کہا۔

لیکن ایک سپاہی نے اونچی آواز سے کہا "یہاں مت رکو۔ آگے بڑھ جاؤ۔ تم ابھی دشمن کی زد میں ہو"۔

ابھی وہ دو چار قدم آگے بڑھے تھے کہ درختوں کے جھنڈ پر پہلا گولہ گرا اور ان کے قدموں کے نیچے زمین کانپ گئی پھر آسمان سے گھر گھر کی آواز آئی۔ ایک ہوائی جہاز تڑ تڑ گولیاں برساتا ہوا ان کے سر پر سے گذر گیا سارے سپاہی دھم سے زمین پر لیٹ گئے اور وہ جینیاں، بچوں کی انگلیاں پکڑے بت بن کر رہ گئے۔ ایک جوان نے آواز دی "لیٹ جاؤ جوان۔ زمین پر لیٹ جاؤ ہوائی جہاز ابھی پھر آئے گا"۔

وہ زمین پر لیٹ گئے اور چاروں طرف سے ڈز ڈز کی آوازیں آئیں۔ آسمان دھواں دھار ہو گیا اور پھر وہی جہاز ان کے سر پر سے گذرا تو ڈگمگا رہا تھا اور اس کی دم سے گاڑھا دھواں نکل رہا تھا۔ مورچے کے پاس لیٹے ہوئے سپاہیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اٹھ کھڑے ہوئے

اس نے جینیاں کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور بچوں کو انگلی لگا کر چلا تو اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور اس کا چہرہ کورے کاغذ کی طرح سفید تھا۔ تب سورج نکل آیا اور سیالکوٹ شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔

"جینیا! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم بچ گئے وہ دیکھو سامنے شہر نظر آ رہا ہے"۔

"ہاں!" جینیاں نے کہا۔

"اب ڈر کی کوئی بات نہیں"۔

"ہاں!" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر وہ رو پڑی۔

"واہ! اب رونے کی کیا بات ہے بھلا اب ہمارا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ دشمن اب ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

"بھوری..." جینیاں نے دبی دبی سسکیوں میں کہا۔

"بھوری!" اس نے قہقہہ لگا کر کہا "تمہیں بھوری یاد آ رہی ہے۔ گورا اور لاکھا..." تب قہقہہ اس کے گلے میں پھنس گیا۔

"میں جب کنوئیں سے گاؤں آیا تھا تو تینوں تھان پر بندھے تھے"۔

"گورا اور لاکھا تو منہ زور ہیں۔ گولے پھٹیں گے تو ان کی آواز سن کر رسہ تڑا لیں گے، بھوری اور اس کا بال تھان پر بندھے بندھے...."

"جینیاں!" اس کا قہقہہ چیخ بن گیا۔

"بھوری میرا انتظار کر رہی ہو گی، میں نے رات اس کے لئے بنولے اور کھلی بھگو کر رکھ دیئے تھے وہ مڑ مڑ کر گاؤں کی طرف دیکھتی ہو گی۔ اس کا بال بھوک اور پیاس سے بلک رہا ہو گا۔ وہ کھونٹے کے گرد چک پھیریاں لے رہا ہو گا"۔

"جینیاں خاموش رہو۔ میں مجبور تھا برستی آگ سے میں کس کس کو بچا کر لاتا"۔

"تم بھوری کی گردن سے رسہ ہی نکال آتے"۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ اب کنوئیں پر جانا نصیب نہیں ہو گا"

جینیاں خاموش ہو گئی اور وہ اپنے خیالات میں ڈوب گیا۔ وہ بچوں کو انگلی لگائے چلتا رہا اور تھان پر بندھی بھوری جس نے اس کی غلامی کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا تھا، اس کی طرف معصوم آنکھوں سے تکتی رہی جیسے کہہ رہی ہو: میں دس سال سے تمہارے پاس ہوں میرے دم سے تیرے گھر میں دودھ کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ میں تمہارے بچوں کی دوسری ماں تھی۔ میں تمہاری ماں تھی کیونکہ تم نے میرے تھنوں کا دودھ پیا۔ اب وقت پڑنے پر تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ تم کتنے خود غرض ہو گئے۔ میں تمہیں دودھ نہیں بخشوں گی۔ نہیں مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں.. قسمت کا لکھا کون ٹال سکتا ہے....

"جینیاں!"

"کہو"

"تم حمزہ غوث کا راستہ جانتی ہو نا.... اوہ پسرور سے دکھن کی طرف نالہ ایک کا جو پل ہے نا..."

"کہو"

"وہاں چوہدری کرم دین ہے۔ وہ کئی بار ہمارے ہاں مہمان بن کر رہا"۔

"ہاں میں اسے جانتی ہوں"۔

"تم اس کے گھر چلی جانا"۔

"پر تم"

"میں بھوری کو تھان سے کھول کر واپس آ جاؤں گا...." اس نے بڑے گھمبیر لہجے میں جواب دیا۔

جینیاں چند لمحوں تک اس کی بات کو نہ سمجھ سکی تب حقیقت چڑیل کی طرح منہ پھاڑے آئی تو وہ اس کے دامن سے چمٹ گئی۔

"جینیاں اگر میں نہ گیا تو بھوری تھان پر بندھی سسک سسک کر مر جائے گی"۔

"نہیں!" جینیاں نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔

"اب تم محفوظ ہو۔ مجھے جانے دو"۔

"دیکھو تو۔ آسمان سے آگ برس رہی ہے۔ تم برستی آگ سے زندہ سلامت کیسے نکل آؤ گے؟"

"میرا اللہ مجھے بچائے گا۔ فکر نہ کرو جینیاں"

جینیاں نے اس کا دامن چھوڑ دیا۔ اور بچوں کو انگلی لگا کر سیالکوٹ کا رُخ کر لیا۔ وہ قدم قدم پر مڑ مڑ کر اسے دیکھتی رہی۔ وہ چند لمحوں تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر وہ ایک قافلے میں مل کر گم ہو گئے تو زمین اس کے قدموں سے چپک گئی۔ وہ بے حسی کے عالم میں کھڑا رہا۔ تب اس نے اپنے گاؤں کی طرف منہ موڑ کر دیکھا اس وقت سیالکوٹ کی طرف سے ایک گولہ اڑتا ہوا آیا اور اس کے سر پر سے سیٹیاں بجاتا ہوا گذر گیا۔ نہ جانے اس گولے کی منزل کہاں تھی لیکن تھرتھراتی ہوئی زمین نے اس کے قدموں کو آزاد کر دیا۔

وہ اسی پگڈنڈی کے متوازی چلتا رہا اور کھیتوں کی آڑ میں اپنے کنوئیں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گولے اس سے دُور دُور پھٹ رہے تھے اور گھر گھر ٹینک چل رہے تھے۔ پھر اس نے ایک عجیب منظر دیکھا نہ جانے کس طرف سے دو جہاز اڑتے ہوئے آئے اور سڑک پر افراتفری مچ گئی۔ ٹینک کھیتوں میں بدحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ وہ ایک گڑھے میں لیٹ گیا۔ جہاز غوطہ لگا کر اس کے سر پر سے گذرتے اور اسے یوں لگتا جیسے وہ درختوں کی پھننگوں سے ٹکرا جائیں گے۔ تب گولیوں کی بارش ہوتی۔ درختوں کی شاخیں کٹ کٹ گرتیں اور سڑک سے دھواں اٹھتا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک دوڑتے ہوئے دشمن کے ٹینک پر جہاز شکرے کی طرح لپکا۔ جہاز سے ایک شعلہ اٹھا اور ٹینک بھک سے

اڑ گیا۔ اس کا دل ہل گیا۔ وہ خواہ مخواہ جہنم کی آگ میں کود پڑا تھا۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ چند منٹوں بعد جہاز اس کے سر پر سے گذر کر دور فضاؤں میں گم ہو گئے لیکن دیر تک سڑک اور اس کے ارد گرد کئی مقامات سے دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف بلند ہوتے رہے وہ وہ گڑھے میں لیٹا رہا اور اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اچانک اسے اپنا فرض یاد آ گیا۔ تب روح کے کسی گوشے سے طمانیت کی ایک لہر ابھری اسے یوں لگا جیسے ان جہازوں نے اس کے سر پر اپنے پروں کا سایہ ڈال کر اسے حفاظت کے حصار میں لے لیا ہو۔ وہ دشمن کے نرغے میں اکیلا نہیں تھا۔

وہ پھر کھیتوں کی آڑ میں چلنے لگا اور سلامتی کا سایہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔

وہ جب کنوئیں پہ پہنچا تو شام پڑ چکی تھی اور ہو کا عالم طاری تھا۔ بھوری تھان پر لیٹی بڑی بے کسی کے عالم میں گاؤں کی طرف نظر جمائے ہوئے تھی، اس کے قدموں کی چاپ سن کر وہ یکدم اٹھ بیٹھی۔ اس نے بڑھ کر بھوری کی گردن میں بازو ڈال دیئے۔ اس نے کہا "بھوری دیکھ میں آن پہنچا۔" اس نے بھوری کے گیلے گیلے منہ پہ ہاتھ پھیرا اور بھوری اس کا ہاتھ چاٹنے لگی۔ بھوری کا بال کھونٹے کے گرد چک پھیریاں لینے لگا۔ بھوری کے تھنوں میں دودھ بھرا تھا اور شیر دان دودھ کے بوجھ سے اکڑ گیا تھا۔ اس نے بال کے گلے سے رسہ نکال دیا۔ بال بھوری کی طرف لپکا اور بھوری کے تھنوں سے دودھ خود بخود ٹپکنے لگا۔ بچے نے تھنوں پر منہ ڈال دیا۔ وہ چسُر چسُر دودھ پیتا رہا۔ وہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ سیر ہو گیا تو اس نے تھن ہاتھ میں لئے اور شر شر دودھ کی دھاریں اس کے حلق میں گرنے لگیں۔ نیم گرم میٹھے دودھ کی دھاریں...

تب اس نے بھوری کے گلے سے رسے کا قلاوہ نکال دیا اور کہا "بھوری! یہ سب کھیت تیرے ہیں جب تک تیرا دانہ پانی ہے تجھ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ کون جانے میری اور تیری قسمت میں کیا لکھا ہے۔" بھوری دن بھر کی بھوکی تھی لیکن وہ تھان سے نہ ہلی اس نے اس کے پٹھے پہ ہاتھ رکھا اور وہ اس کے آگے آگے چل پڑی۔ جوار کے کھیت میں پہنچ کر بھوری نے نوخیز پودوں میں منہ ڈالا تھا کہ وہ اندھیرے کی آڑ میں بھوری سے جدا ہو گیا۔ اس نے سیالکوٹ کا رُخ کر لیا۔ وہ تھک کر چور ہو چکا تھا۔ اس کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔ پر وہ خوش تھا کیوں کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب قیامت کے روز وہ بے زبان بھوری کے سامنے جواب دہ نہیں ہو گا۔

وہ اٹھا اور پھر سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا سڑک پر جگہ جگہ گڑھے پڑ گئے تھے۔ کئی مقامات پر سڑک لپ کر چور ا ہو گئی تھی۔ کھیت ویران تھے اور ان کی مینڈیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ قدم قدم پہ ویرانیاں بڑھ رہی تھیں اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے زمین جل گئی ہو۔ وہ یکایک اداس ہو گیا حالانکہ اب تک وہ کبھی مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ اس کٹھن وقت میں بھی خوش رہا تھا۔ جب وہ گھر سے بے گھر ہو گئے تھے۔ جنگ کی خبریں سن سن کر اس کا خون چلو ڈر بڑھا تھا بلکہ اس نے رگ رگ میں ایک نئے خون کو گردش کرتے ہوئے محسوس کیا تھا، وہ ایک دلیر قوم کا جری جوان تھا۔ جس کے کندھوں پہ پوری قوم کا بوجھ تھا۔ وہ اپنے گھر بار کی قربانی دے کر بہت مطمئن تھا کہ اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ وہ کسی سے پیچھے نہیں رہا تھا اور اب وہ فرض کی تکمیل کے لئے اپنے گاؤں جا رہا تھا اور مایوسی دھیرے دھیرے اس کے انگ انگ میں روح لبس رہی تھی "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیئے" اس نے سوچا لیکن مایوسی کا بوجھ بڑھتا گیا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا رہا۔ بوجھ بھاری ہوتا رہا۔ اس نے گاؤں تک کا فاصلہ اس تھکے ہوئے مزدور کی طرح طے کیا۔ جس کے سر پر منوں بوجھ ہو اور منزل ابھی دور ہو اور ہر لمحہ بوجھ میں اضافہ کر رہا ہو۔

اس کا گاؤں اجڑا ہوا تھا، گلیوں میں ملبے کے ڈھیر تھے۔ مکانوں کی چھتیں غائب تھیں۔ دیواروں پر آگ اور دھوئیں کے نشانات ابھی تک تازہ تھے۔ کواڑ جل گئے تھے، اور راکھ اڑ رہی تھی۔ وہ اپنے جلے ہوئے مکان کے سامنے چند لمحوں کے لئے رک گیا۔ پھر ویرانی منہ پھاڑ کر دوڑی تو وہ ڈر کر کھلے کھیتوں کی طرف بھاگا۔

کھیتوں میں دھول اڑ رہی تھی۔ درخت کٹ چکے تھے۔ کنوئیں کے گرد درختوں کا جھنڈ غائب تھا کٹے ہوئے درختوں کے ٹھنٹھ دیکھ کر اس کا جی بیٹھ گیا، ڈھاری کی چھت گر گئی تھی اور ہر چیز سے وحشت ٹپک رہی تھی، اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ تھان پر کھڑا تھا، گورے لاکھے اور بھوری کے کھونٹے موجود تھے اور ابھی تک رسوں کے گلے سڑے پیچ کھونٹوں کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ کنوئیں کی منڈیر لوٹ پھوٹ گئی تھی لوہے کے ڈھول اور چکر تڑمڑ کر چورا ہو گئے تھے زنگ آلود ٹکڑے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ماہل کنوئیں میں گر گئی تھی صرف ایک مڑا تڑا پودا سلامت تھا جس کی ایک شاخ سرسبز تھی اور اس پر بھورے رنگ کے ایک چڑیا بیٹھی اسے گول گول حیران آنکھوں سے تک رہی تھی۔

یکایک وہ چڑیا بول اٹھی۔ چوں... چوں" جیسے پوچھ رہی ہو۔ "تم آ گئے۔ میں کب سے اکیلی تھی اور تمہارا انتظار کر رہی تھی"۔

وہ چونک کر جاگ اٹھا۔ اس نے آنکھیں ملیں چڑیا کے نغمے سے روشنی کی ایک کرن پھوٹ نکلی تھی۔

پھر وہ ڈھاری کی پشت پر کے کھیت میں چلا گیا تھا کھیت کی مٹی کا رنگ سیاہ تھا۔ اس نے مٹی کی لپ بھر کر اسے سونگھا ابھی تک مٹی سے بارود کی بو آ رہی تھی اس نے مٹی کو پھینک کر سوچا۔ مٹی راکھ بن گئی ہے راکھ سے کوئی شے جنم نہیں لیتی" پھر وہ ڈھاری کے اندر گیا اس نے ملبے میں ٹامک ٹوئیاں ماریں۔ ایک کسّی پر اس کا ہاتھ پڑ گیا۔ اس کا دستہ درمیان میں سے ٹوٹا ہوا تھا اور پھل کو زنگ کھا گیا تھا۔ تاہم دستے پر ہاتھ کی گرفت خود بخود مضبوط ہو گئی اور بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک اٹھیں وہ کسّی ہاتھ میں لئے کھیت میں آ گیا۔ اس نے اللہ کا نام لے کر کسی کو ہاتھوں میں تولا۔ زمین پر پہلا پھپٹ لگا تو چڑیا نے چوں چوں کا مسلسل راگ چھیڑا جیسے وہ خوشی سے پاگل ہو گئی ہو۔ ایک ٹپ... دوسرا اور تیسرے ٹپ پر سُرخ سُرخ مٹی کے چند ڈھیلے باہر نکل آئے۔ اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا ہاتھ میں لیا اور اسے آہستہ آہستہ مٹھی میں پیسا۔ پھر اس نے مٹھی کھول دی بھربھری مٹی سے سوندھی سوندھی خوشبو آئی اور اس خوشبو میں بھاگن کی بارش کی نمی تھی اسے یوں لگا جیسے مٹی سے زندگی کا چشمہ پھوٹ بہا ہو۔

"مٹی زندہ ہے" اس نے خوش ہو کر آسمان کی طرف دیکھا جہاں بادلوں کے سفید ٹکڑے اڑ رہے تھے اور سوندھی سوندھی خوشبو چار کھونٹ بکھر گئی۔ ایک لہر کٹے ہوئے جلے ہوئے درختوں سے ٹکرائی اور اس کے لمس سے شگوفے پھوٹ نکلے اور شاخیں ہری بھری ہو کر برگ و بار سے لد گئیں۔ تھان پہ گورا اور لاکھا جھومنے لگے۔ اور بھوری کے تھنوں سے دودھ کی نہریں بہہ نکلیں رواں دواں۔ رہٹ چلا چاندی کی لکیر بل کھا کر کھیتوں کی طرف رینگنے لگی اور تب یکایک کھیتوں میں سبزے کی چادریں بچھ گئیں اور ان پر سہ پہر کی سنہری دھوپ لہرانے لگی۔

ایک لمحے کے اندر اندر اس کا کنواں آباد ہو گیا تھا اور وہ کسّی ہاتھ میں لئے کھیتوں کی لہر بہر دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔



اِن کی سہی نہ جائے مار

۱۱۹۲ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے دہلی کے راجہ پرتھوی راج کو عبرت ناک شکست دی۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں تاریخ نے اپنے آپ کو دُہرایا اور پاکستان کے جیالے جوانوں نے ہندستان کی کئی گُنا فوج کو شکست دے کر دُنیا سے اپنی جُرأت اور جانبازی کا لوہا منوا لیا۔

آج پاکستان ایک بار پھر حق و باطل کی جنگ میں نبرد آزما ہے اور فتح و نصرت اب کے بھی انشاء اللہ اسلامی لشکر کے قدم چُومے گی۔

ایسٹرن فیڈرل
یونین انشورنس
کمپنی لمیٹڈ



محمد غوری پرتھوی راج [illegible] ہیں۔

THAVER



لاہور سے کراچی تک ——— جنگ کے دوران ایک سفر

ممتاز فلم ساز اور ادیب جناب ضیاء سرحدی ۱۱ دسمبر کو لاہور سے کراچی پہنچے، انہوں نے اپنا سفر ۸ دسمبر سے شروع کیا اور ملتان، بہاول پور، خیرپور اور حیدرآباد سے ہوتے ہوئے آئے۔ لاہور میں قیام اور سفر کے دوران موصوف نے پاکستان کے عظیم عوام کی بلند حوصلگی اور بھارتی اور روسی جارحیت پسندوں سے نمٹنے کے لئے جو جذبات دیکھے ہیں، وہ قارئین الفتح کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں ادارہ جناب ضیاء سرحدی کا ممنون ہے کہ انہوں نے سفر کی تھکان کے باوجود الفتح کو اپنے تاثرات قلم بند کر کے دیئے جو بھارت سے جنگ کے بعد اپنی نوعیت کی پہلی رپورتاژ پر مشتمل ہیں ——— (ادارہ)

لاہور کے زندہ دل

بھارتی ہوائی جہاز دیکھ کر بھنگڑا ڈالتے ہیں

ضیاء سرحدی

الفتح کے ادارہ کے اصرار پر عجلت میں اپنے تاثرات قلم بند کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آئندہ کسی وقت اس بات کو تفصیل کے ساتھ دہرانے کی کوشش کروں گا۔

میں تین دسمبر بروز جمعہ لاہور میں مال روڈ پر ڈان کے نامہ نگار خصوصی عثمانی صاحب کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ اے پی پی کا پہلا فلش پہنچا، معلوم ہوا، کہ ہمارے عزیز وطن پر بھارت نے مکمل طور پر حملہ کر دیا ہے، یعنی مغربی پاکستان کی سرحدوں پر بھی، جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، چند لوگ جو وہاں پر موجود تھے، وہیں پر اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہے اور بھارت کی اس نئی جارحیت پر کسی کو حیرت نہیں ہوئی، میری رائے بھی شروع ہی سے یہی تھی کہ بھارت کی احمقانہ اور توسیع پسند سیاست کے جو رخ ہیں، وہ بھارت کو جنگ ہی کی طرف لے جا سکتے ہیں، بہر حال بیک زبان ہم سب نے یہی کہا کہ اگر یہی ہے تو پھر بسم اللہ جنگ ہے تو جنگ ہی سہی اگر بھارت روسیوں کے ساتھ مل کر ایشیا کے امن کو تباہ کرنے پر ہی تلا ہوا ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں، سوا اس کے کہ ہم مقابلہ میں ڈٹ جائیں اور اندرا گاندھی (جسکو پیکنگ ریڈیو کی ایک مبصر خاتون اندرا گندی کہتی ہے) کی گندگی کو ایشیا اور اپنے برصغیر کی سرزمین سے دور کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اسی نیت سے ہماری افواج نے مورچے سنبھال لئے اور پہلی ہی وار میں بھارت کے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے۔

دل و دماغ اب جنگ میں اس قدر کھو گئے کہ مجھے تو خاص طور پر اس کے علاوہ کوئی دوسری بات سوجھی ہی نہیں اور میں اس اعتبار سے صرف جنگ کی خبروں، اور لوگوں کے اس سلسلے کے تاثرات کو سنتے دیکھتے اور سمجھنے میں مصروف ہو گیا۔ اپنے جن تاثرات کا میں نے اوپر حوالہ دیا ہے۔ یہ چند سطور اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

جنگ کے پہلے لمحہ سے لے کر پیر کی دوپہر تک میں لاہور میں تھا۔ اس عرصہ میں، لاہور کی اطراف میں، بھارتی ہوائی جہاز کئی بار آئے، سائرن کی آوازیں گونجیں، دھماکوں اور ہوائی توپوں کے چلنے کی تڑتڑ بھی سنائی دی۔ لیکن ان تمام خوفناک آوازوں اور دھماکوں کے باوجود، لاہور شہر کی زندگی غایت درجہ معمول پر چلتی رہی۔ اور اکثر یہ محسوس ہوا کہ جیسے ان دھماکوں اور توپوں کی آوازوں کو شہر لاہور کے لوگ آتش بازی اور پٹاخوں کی آوازوں سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے مطلقاً تیار نہیں ہیں بلکہ کئی مرتبہ دشمن کے ہوائی جہازوں کو دیکھ کر، لوگوں نے پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے اور بھنگڑا ڈالتے رہے، چوبرجی کے قریب ایک جگہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں سے میرے جذبات آنسوؤں کے دیئے بن کے اور چراغاں کرتے ہوئے، میری پلکوں پر آ گئے۔ میرے لبوں پر بے ساختہ یہ جملے آئے۔

"شہر لاہور زندہ باد، شہر لاہور کے جیالو زندہ باد؟"

لاہور میں اپنے ایک کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا مگر ہنگامی حالت کے پیش نظر، میں نے یہ محسوس کیا کہ میرے کام کچھ روز کے بعد باقاعدگی سے شروع ہو سکیں گے، پھر ادھر مجھ کو کراچی سے بھارت کے ہوابازوں کی بزدلانہ اور وحشیانہ حرکات کی خبریں بھی ملنے لگی تھیں۔ چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں واپس اپنے بچوں کے پاس کراچی پہنچ جاؤں ہنگامی حالات کی وجہ سے ٹرینوں کا سفر غیر یقینی تھا۔ اس لئے میں نے ایک کار کا انتظام کیا اور ملتان یعنی اپنے پہلے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوا۔

روانگی کے وقت کار کا ڈرائیور پہلے اپنے گھر کی طرف چلا، اس کو اپنا بستر لینا تھا چنانچہ ڈرائیور کی دس سالہ بچی نے اپنے باپ کو رخصت کرتے وقت کہا۔ کہ "بابا ایک بندوق ساتھ لیتے جاؤ اور جہاں بھی کوئی بھارتی نظر آئے اس کو گولی سے اڑا دو"۔ ڈرائیور نے کہا بیٹیا ہم غریب لوگ بندوق کہاں سے لائیں، بچی نے جواب دیا "تو پھر ڈنڈا لیتے جاؤ اور اسی کے ساتھ اس کو بکری کر دینا" مجھ کو اس معصوم بچی کی یہ معصوم مگر بے لاگ اور بے داغ حب الوطنی اس قدر بیدار کر گئی کہ میں نے بھی اپنی تمام امن پسندیوں کے باوجود یہ تسلیم کر لیا کہ بھارت کے جنگجو ایسے لاتوں کے بھوت ہیں۔ کہ ان کو لات مارنے سے ہی ہماری بات بنیں گی۔ چنانچہ یہی کچھ سوچتے ہوئے میں ملتان کی طرف روانہ ہوا

میاں چنوں پہنچنے سے چند لمحے پہلے کار کا ایک پہیہ پنکچر ہو گیا اور وہاں پر پنکچر درست کروانے کے لئے ہمکو رکنا پڑا اندھیرا ہو چکا تھا اور پنکچر لگانے والے نوجوان کی دکان دروازہ سے محروم تھی ایسے میں پنکچر لگانے کے لئے بتی کا استعمال بھی ناممکن ہو چکا تھا۔ نوجوان نے تاہم ایک کونے میں موم بتی جلا کر کسی نہ کسی طرح پنکچر درست کرنا شروع کیا ناگہاں سائرن بجا اور

باقی صفحہ ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں

پاک بھارت جنگ اور چین

'بنگلہ دیش ٹولے کا وہی حشر ہوگا

جو

تبت کی پٹھو حکومت کا ہوا تھا'



الفتح رپورٹ

عوامی جمہوریہ چین مظلوم اقوام کی آزادی اور حق خود ارادی کی تاریخ میں نیا باب رقم کر رہا ہے حالیہ جنگ میں چین کی غیر مشروط حمایت نے پاکستانی عوام کے دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ اب پاکستان میں چین کے بدترین مخالفین بھی اس کی دوستی کا دم بھرنے لگے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ امریکی سامراج نواز بھی چین کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ گذشتہ ہفتے چین نے پاکستان کی حمایت میں جو بیانات دیئے وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ دسمبر کو پیکنگ میں ماریطانیہ کے سفیر کی جانب سے دیئے گئے۔ استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے قائم مقام چینی وزیر خارجہ مسٹر چی پنگ فی نے کہا "سوشلسٹ سامراج یعنی روس بھارت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اور روسی سوشل سامراج کے دودھ پر پلنے والا بھارت پاکستان کے خلاف اپنی جارحیت کو وسیع کرتا جا رہا ہے پاکستان کی سرحدوں پر بھارتی جارحیت اور اشتعال انگیزیوں میں حالیہ اضافہ کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کے مابین کشیدگی نے زیادہ سنگین شکل اختیار کر لی ہے۔ عوام میں زیادہ بے چینی پھیل گئی ہے۔ ان چند دنوں کے اندر سوشلسٹ سامراج کی شہ پر اور اس کی امداد سے بھارتی حکومت نے نہ پاکستانی عوام کی مخالفت کی پرواہ کی نہ ہی عالمی رائے عامہ کی مذمت کا خیال کیا بلکہ پاکستان کے خلاف اپنی مسلح جارحیت کا دائرہ وسیع کرتا رہا جو بھارتی حکمرانوں کی ہوس ملک گیری کا واضح اظہار ہے"۔ مسٹر چی پنگ فی نے کہا کہ "میں بھارتی حکومت کی جارحیت کی سختی سے مذمت کرتا ہوں۔ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتا ہوں کہ پاکستانی حکومت اور عوام اپنی قومی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لئے بیرونی جارحیت کے خلاف جو منصفانہ جدوجہد کر رہے ہیں چینی حکومت اور عوام اس کی ڈٹ کر حمایت کر رہے ہیں"

۵۔ دسمبر کو ریڈیو پیکنگ نے بھارت پر الزام لگایا کہ "بھارت نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کارروائیوں کے لئے بنگلہ دیش کی عارضی حکومت قائم کی ہے اور بھارت کو اس کا مرکز بنایا گیا ہے۔ کئی برسوں سے بھارتی حکومت پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کرتی رہی ہے۔ اور اس نے مشرقی پاکستان کی آزادی کے خلاف سازشیں کی ہیں"۔ ریڈیو پیکنگ نے روس بھارت فوجی معاہدے کا ذکر کرتے کہا کہ "دنیا کے عوام اب یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس معاہدے پر دستخط کرنے والے فوجی مہم جوئی کی راہ پر کس حد تک آگے بڑھ رہے ہیں۔ جوں جوں حقائق سامنے آ رہے ہیں۔ اس بات کی تصدیق ہوتی جا رہی ہے کہ روسی حکومت نے بھارتی حکومت کے فوجی منصوبوں اور کارروائیوں کی منظوری دی تھی اور ان کی حمایت کی تھی"

ریڈیو پیکنگ نے آگے چل کر کہا روس بھارت معاہدے کی فوجی نوعیت اب کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ جس کو دوستی اور تعاون کا نام دیا گیا تھا اس معاہدے پر دستخط کے بعد توقع کے مطابق روسی حکومت نے پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے اس پر سفارتی اور فوجی طریقہ سے دباؤ ڈالا۔ مشرقی پاکستان کے پناہ گزینوں کے نام نہاد مسئلہ کے بعد روسی حکومت نے کھلم کھلا بھارت کی حمایت کرنا اور پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا روسی بھارت کو بڑے پیمانے پر اسلحہ فراہم کر رہے ہیں۔ ماسکو پریس اور ریڈیو حقائق کے بارے میں صرف بھارتی موقف پیش کر رہے ہیں۔

۶۔ دسمبر کو چینی کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان "پیپلز ڈیلی" نے سوویت یونین پر الزام لگایا کہ وہ پاکستان پر حملہ کرنے میں بھارت کی بھرپور حمایت کر رہا ہے۔ اور پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ بھارت کے سامنے گھٹنے ٹیک دے روس نے بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم کو شہ دینے کے لئے اسے بھاری مقدار میں اسلحہ دیا ہے۔ سوشل سامراج بڑی سرگرمی سے برصغیر کے معاملات میں مداخلت کر رہا ہے کیونکہ وہ بھارت پر اپنا کنٹرول مستحکم کر کے برصغیر کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا ہے۔ اخبار نے بھارت کی ہٹ دھرمی اور پاکستان کے خلاف جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی وزیر جنگ جگجیون رام انتہائی بھونڈے حیلے تراشتے رہے ہیں۔ ان کی نرالی منطق یہ ہے کہ پاکستان بھارت کا ہمسایہ ہے پاکستان اپنے داخلی معاملات کا تصفیہ بھارت کی مرضی کے مطابق کرے ورنہ بھارت پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے اپنی فوجیں بھیج دے گا۔ اگر بھارت کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے تو دنیا کا ہر ملک کسی نہ کسی بہانے اپنے ہمسایہ ملکوں پر حملہ کرنے کے لئے اپنی فوجیں بھیجنے لگے گا

شن وا نیوز ایجنسی نے ۶ دسمبر کو یہ انکشاف کیا کہ چیئرمین ماؤزے تنگ وزیر اعظم چو این لائی اور دوسرے چینی رہنما برصغیر کی صورت حال کا بغور جائزہ لے رہے ہیں

کراچی میں مقیم چینی قونصل جنرل نے ۸۔ دسمبر کو یقین دلایا کہ "بھارتی جارحیت کو کچلنے کے لئے چین کی حکومت اور عوام غیر مشروط طور پر پاکستانی عوام کی اخلاقی اور مادی مدد کریں گے تاکہ بھارتی جارحیت اور توسیع پسندانہ عزائم کو کچلا جائے جس کا مقصد پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔ چیئرمین ماؤزے تنگ

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں



قارئین کہتے ہیں

دائیں بازو کے اخبارات چین کی اہمیت کو گھٹانا چاہتے ہیں

ایک مقامی اخبار نے اپنے اداریہ میں بارہا اس جانب اشارہ کیا کہ جب روس کھل کر بھارت کا ساتھ دے رہا ہے تو پھر چین پاکستان کی طرف سے براہ راست جنگ میں کیوں نہیں مداخلت کرتا۔ مذکورہ اخبار کا اداریہ سراسر بدنیانتی پر مبنی ایک مخصوص سوچ کی ترجمانی کرتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا چین نے اب تک پاکستان کی اخلاقی اور مادی حمایت نہیں کی؟ کیا چین وہ واحد ملک نہیں ہے جو اقوام متحدہ کے اندر اور باہر بھارتی توسیع پسندوں اور روسی ترمیم پسندوں کے جنگجویانہ عزائم کی قلعی کھولتا رہا۔ اور انہیں دنیا کے سامنے ننگا کر کے افرو ایشیا کے بے شمار چھوٹے بڑے ملکوں کو پاکستان کی طرفداری پر مجبور کیا، مذکورہ اخبار جان بوجھ کر ایسے سوال اٹھا رہا ہے۔ جس کا مقصد چین کی اہمیت کو گھٹانا اور پاکستان میں پھر سے امریکہ کے اثرات کو بڑھانا ہے۔

مذکورہ اخبار چین سے براہ راست فوجی امداد کا مطالبہ کرتا ہے، مگر آرسی ڈی اور سیٹو سنٹو جیسے نام نہاد اتحادی ممالک سے کچھ نہیں کہتا حالانکہ اس نازک گھڑی میں ان معاہدوں کے پابند ملکوں کو ہماری بھرپور مدد کرنی چاہئے تھی۔ جو نہیں کی گئی۔ مگر اس اخبار کو یہ حقیقت نہ سوجھی اور اپنے مخصوص فکر اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا سوال اٹھایا جس کا مقصد چین کی عظمت کو کم کرنا ہے۔

(سید انوار حسین۔ النور سوسائٹی۔ کراچی)

اندرا جی آپ کا بھی جواب نہیں

گذشتہ دنوں رات کے وقت آل انڈیا ریڈیو سے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی ایک تقریر نشر کی جا رہی تھی۔ تقریر کے دوران انہوں نے ایک جگہ کہا "میں ساری دنیا سے کہتی پھری کہ "بنگلہ دیش" کے مسئلہ پر توجہ دیں۔ یہ ایک اہم اور سنگین سمسیا (مسئلہ) ہے۔ مگر کسی نے میری بات پر کان دھرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس طرح ادھر ادھر ٹال مٹول میں آٹھ مہینے "شائد نو مہینے" گذر گئے۔ مجبور ہو کر ہمیں قدم اٹھانا پڑا۔"

میرے قریب بیٹھے ہوئے میرے دوست انور نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "دہلی کے بنگلہ دیش کے تولد ہونے میں نو ہی مہینے لگے۔ ان ایام کے دن اور تاریخ یاد رکھنے میں مسز اندرا گاندھی کا جواب ہی نہیں"

(محمد اسلم لیاقت آباد کراچی)

سیٹو، سنٹو کے کورے کاغذ کو پھاڑ دو

جنگ ستمبر اور موجودہ جنگ نے پاکستان کے لئے سیٹو اور سنٹو کو ناکارہ ثابت کر دیا یہ کاغذ کے بے جان ٹکڑے ہیں۔ انہیں سامراجی آقاؤں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے بنایا تھا۔ روسی سوشل سامراجیوں کے تعاون سے بھارت پاکستان پر حملہ آور ہے۔ مگر ان معاہدوں کے اتحادی ملک مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں۔ ان میں سے برطانیہ کھلم کھلا بھارت کی طرفداری کر رہا ہے۔ بھارت کو اسلحہ جنگی ساز وسامان بھیج رہا ہے۔ بی بی سی بھارت اور بنگلہ دیش کی حمائت میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا ہے۔ سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی قراردادوں میں شرکت نہیں کرتا۔ اس کھلم کھلا پاکستان دشمنی کے باوجود سیٹو اور سنٹو مہمل اور بے کار ہیں۔ اس کے برعکس عظیم ملک چین نے ہر گام پر ہر مشکل گھڑی میں ہماری مدد کی۔ اس سنگین بحران سے نکلنے کے بعد ہمیں اپنی خارجہ پالیسی کو از سر نو ترتیب دینا ہوگا۔ سیٹو اور سنٹو کے کاغذ کو پرزہ پرزہ کرنا ہوگا۔ اور پاکستان دشمنوں کو عملی اظہار سے بتانا ہوگا کہ ہم مٹنے کے لئے نہیں ہمیشہ قائم رہنے کے لئے بنے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔ ہم اپنے حزم عمل اور پختہ عزم سے یہ ثابت کر دیں گے کہ ہمیں کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

(خورشید احمد طالب علم، لانڈھی)

بچّی نے کہا "ڈنڈا لیتے جاؤ۔ دُشمن کو "بکری" کر دینا" بقیہ صفحہ ۲۳ سے آگے

ایک جیٹ طیارے کی اوپر سے گذرنے کی آواز آئی، پنکچر لگانے والا نوجوان ٹیوب اٹھائے باہر کی طرف لپکا اور حد درجہ جوشیلی آواز میں آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر اور ٹیوب کو ہلا ہلا کر بولنے لگا۔ "اوئے کھوتی دیا۔ اگے تیرا پنکچر ہووے گا تے توں میرے کول آجاویں"۔

چند لمحوں کے بعد، میں نے نوجوان کو مسکرا کر کہا۔ نوجوان تو ان کا پنکچر بھی درست کرے گا۔ یہ تو ہمارے محبوب وطن کے بدترین دشمن ہیں۔ نوجوان نے کہا باؤ جی میں اس کو چکر دے رہا تھا ذرا آئے تو میں اس کے ٹائر کو لسبٹ نہ کر دوں تو نام نہیں۔"

جو لوگ وہاں موجود تھے، ہوائی حملہ کے خطروں سے بے نیاز ہو کر قہقہہ لگانے لگے اور مجھ کو ان قہقہوں میں پاکستان کے عوام کی گرج کا احساس ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ لوگ سر پر منڈلاتی ہوئی موت کے سائے میں بھی ایسے بے دریغ قہقہے لگا سکتے ہیں۔ جن کی گونج میں جیٹ ہوائی جہاز کی آواز بھی کھو سکتی ہے۔

اس کے بعد جب ہم ملتان کی طرف روانہ ہوئے تو ہم نے اپنا ٹرانسسٹر چالو رکھا اور خبریں سنتے رہے ہم نے آکاش وانی کو بھی سنا۔ اسی عرصہ میں یکبارگی ہم نے لتا کا ایک نیا جنگی ترانہ سنا جس کے بول یہ تھے "ساجن لوٹ کے نہ آنا"۔ لتا کا روئے سخن ہندوستانی سپاہی کی طرف تھا۔ ڈرائیور نے جب یہ بول سنے تو ہنس کے بولا "تیرا ساجن لوٹ کے نہیں آئے گا۔ اطمینان رکھنا اُس کی جگہ ہم آئیں گے"، ڈرائیور کا یہ بے ساختہ جملہ بہت دیر تک میرے کانوں میں گونجتا رہا، بلیک آؤٹ کی وجہ سے کار کی

رفتار دس میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں تھی، چنانچہ ہم اندھیر نگری کی اندر اگے پھیلائے ہوئے اندھیروں میں میں چلتے رہے گیارہ گھنٹوں کے بعد ملتان پہنچے، ملتان مجھ کو اپنی ہمشیرہ اور اپنی بھانجی سے ملنا تھا۔ میری بھانجی کے شوہر فوجی افسر ہیں۔ اور دو یا تین دن پہلے سے محاذ جنگ پر جا چکے تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ میری بھانجی سلمیٰ اور اس کے معصوم بچے پریشان ہوں گے مگر اس کے برعکس میں نے سلمیٰ اور بچوں کو مطلقاً مطمئن اور پرسکون پایا۔ سلمیٰ کا پہلا جملہ یہ تھا کہ اس کے شوہر کا وطن پر قربان ہو جانا اس کے لئے باعث فخر ہوگا۔ میں نے یہ سنتے ہی سلمیٰ کو گلے سے لگایا اس کو خوب خوب چوما اور پھر اس کے بچوں کے ساتھ جو میری آمد پر جاگ گئے تھے ہنستے ہنسانے میں مصروف ہو گیا۔

اس کے بعد ہم سب تو سو گئے لیکن میری بہن تہجد میں مصروف ہو گئی۔ بیچ میں ایک بار میری آنکھ کھلی تو میں نے بہن کو مصروف دعا پایا۔ اُن کے الفاظ یہ تھے

"پروردگار عالم، میرے وطن کو فتح یاب کر
اور ہماری فوجوں کو ہر محاذ پر سرفراز کر۔

صبح ہوئی اور میں اپنے دوسرے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوا یہاں سے میری روانگی، ایک ٹیکسی میں ہوئی۔ بہاولپور کے قریب جب ہم ستلج کے پل پر پہنچے اور پل پر ٹول دینے کے لئے رکے۔ تو میں نے محصول وصول کرنے والے بوڑھے سے پوچھا کہ بھارت کے ہوا باز اس پل کی طرف بھی آئے کہ نہیں۔ بوڑھے نے بڑے وثوق سے کہا۔ "یہاں پر شیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ گیدڑ کیسے آئینگے؟"

بقیہ : پاک بھارت جنگ اور چین

اور وزیر اعظم چو این لائی موجودہ صورت حال کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں اور بھارتی جارحیت کو کچلنے کے لئے پاکستان کی مدد کرنے کی غرض سے مزید اقدامات پر غور کر رہے ہیں"۔ چینی قونصل جنرل نے مزید کہا نام نہاد بنگلہ دیش کے ناجائز اور بچھو لوٹے کے جنم کے ڈھونگ سے دنیا کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا اس لوٹے کا وہی حشر ہوگا جو تبت کی بچھو حکومت کا ہوا جسے چند سال قبل بھارت کے جنگی ناخداؤں نے قائم کیا تھا"۔

۹ دسمبر کو چینی وزیر اعظم نے ایک استقبالیہ میں پاکستان کی فتح کا جام تجویز کیا۔ اور کہا کہ حملہ آوروں کو جلد ہی شکست ہو گی۔ اسی دن تانگانیکا کے یوم آزادی پر پیکنگ میں تانگانیکا کے سفارت خانے کے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے چین کے قائم مقام وزیر خارجہ مسٹر چی پنگ فی نے بھارتی جارحیت کی سخت مذمت کی اور کہا روس نے بھارت کو سیاسی، اقتصادی اور فوجی امداد دے کر بھارت کے مکروہ جنگی عزائم اور بالادستی حاصل کرنے کی مذموم کوشش کو تقویت پہنچائی ہے۔ بھارت کو فوراً پاکستان پر اپنا حملہ بند کر دینا چاہیے اور پاکستانی علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلا لینی چاہئیں" انہوں نے یقین ظاہر کیا کہ پاکستانی فوجیں بھی جو اپنے دفاع کے لئے بھارتی علاقے میں داخل ہو گئی ہیں واپس آجائیں گی۔

چینی قائم مقام وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ چین عالمی امن اور انصاف کے دفاع کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے۔ بھارتی حکومت کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی منظور کردہ حالیہ قرارداد تسلیم کرتے ہوئے غیر مشروط طور پر پاکستان سے اپنی تمام فوجیں واپس بلا لینی چاہئیں اگر بھارتی حکومت نے اپنا حملہ جاری رکھا تو وہ عالمی برادری سے الگ تھلگ ہو جائے گا۔ اور اسے اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہو گی۔ چینی حکومت اور عوام عالمی امن اور انصاف کے تحفظ کے لئے دوسرے امن پسند عوام کے ساتھ مل کر اپنا کردار ادا کریں گے۔

چینی کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان "پیپلز ڈیلی" نے ۱۰ دسمبر کو بھارت کو مشورہ دیا کہ وہ اقوام متحدہ کی جنگ بندی کی قرارداد منظور کرے یہ مشورہ ایک تبصرے میں دیا گیا جس میں کہا گیا کہ "اگر تم نے عالمی رائے کی پرواہ نہ کی اور یہ سوچا کہ تم سوشل سامراجیوں یعنی روس کی پشت پناہی سے جو چاہو کر سکتے ہو اور تم فوجی مہم جوئی کی راہ پر چلتے رہے تو آخر کار تمہیں شرمناک شکست کا سامنا کرنا ہو گا"۔

"چینی حکومت نے پاکستان کی منصفانہ جدوجہد کی صحیح حمایت کی ہے اور چین اقوام متحدہ کے اندر اور باہر اپنی ذمہ داریاں اور فرائض پورے کرتا رہے گا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد جنگ بندی سے ظاہر ہو گیا ہے کہ چھوٹے اور درمیانہ ممالک پاکستان کی قومی آزادی اور سالمیت کے حامی ہیں اس سے بھارت اور اس کے آقا سوویت یونین کی ہوس ملک گیری پر دنیا کی تشویش کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ روس ویسے تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امن چاہتا ہے۔ لیکن اس کے مندوبین نے اقوام متحدہ میں بار بار برصغیر میں جنگ بندی کی قرارداد کی مخالفت کی ہے"۔ آخر میں اخبار نے بھارتی حکمرانوں کو مشورہ دیا کہ "تمہیں جنرل اسمبلی کی قرارداد پر منصفانہ طریقہ سے عمل کرنا چاہیئے۔ اگر تم نے فوجی کارروائیوں کو جاری رکھا تو تمہارا انجام بڑا المناک ہو گا۔ اور پاکستان کو فتح ہو گی"۔

"بنگلہ دیش" کے نام نہاد قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے ۱۱ دسمبر کو نیو چائنا نیوز ایجنسی نے کہا کہ نئی دہلی میں بنگلہ دیش کا جو احمقانہ ناٹک کھیلا جا رہا ہے روس ہی اس کا اصل ہدایت کار ہے۔ بھارت کی ہوس ملک گیری کے پشت پر روس کا ہاتھ ہے اور روسی سوشل سامراج اس حملے میں بھارت کا حلیف ہے۔ روس ہی نے بھارت کو بے پناہ فوجی ساز و سامان پہنچایا ہے اور بھارت نے اس معاہدے کے چار ماہ کے اندر اندر پاکستان پر حملہ کر دیا۔

بقیہ : فیض احمد فیض

زیادہ چاہے بچا پچا کٹنی "کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسز اندرا گاندھی کی حکومت نے مغربی بنگال اور کیرالہ میں منتخب شدہ اکثریتی حکومتیں ختم کر دی ہیں اور ان علاقوں کے عوام کھلم کھلا اندرا حکومت کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں ہم میں سے کچھ پاکستانی ان باغیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں لیکن کیا اس سے یہ جواز پیدا ہو جاتا ہے کہ پاکستانی افواج مغربی بنگال پر حملہ کر دیں یا "مغربی بنگلہ دیش" میں اپنی مرضی سے کٹھ پتلی حکومت مسلط کر دیں؟ یہی کچھ مسز اندرا گاندھی کر رہی ہیں۔ یہ نہ صرف امن مسلمہ بین الاقوامی اخلاق اور مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف ایک جرم ہے بلکہ خود بھارت کے عوام کے خلاف ایک جرم اور گناہ ہے کیونکہ جرم اور گناہ کی اجرت موت ہے، موت کا راج نہ صرف ہماری سرزمین پر ہوگا بلکہ اندرا گاندھی کے وطن پر بھی ہو گا۔

بھارت کے رجعت پسند حکمران ٹولے کا کردار جانتے ہوئے اس کا یہ جرم تو قابل فہم ہے لیکن اس افسوسناک صورتحال میں جو بات ناقابل فہم ہے اور ہمارے لئے صدمے اور افسوس کا باعث ہے وہ سوویت یونین کی حکومت کی حمایت ہے جسے بڑی طاقتوں کی سیاست کی جنون انگیز چال کے سوا کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا کو اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کرنے اور ملکوں کو اپنی طفیلی ریاست بنانے کا سوشلزم کے سیاسی فلسفے میں کوئی تصور نہیں ہے۔ خواہ اس موقعہ پرستی کے کتنے ہی فوائد کیوں نہ ہوں، روس کے اس فیصلے کے محرکات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہم اس فیصلے کو امن دشمنی عوام دشمنی غیر منصفانہ اور تخریبی سمجھتے ہیں اور اپنے دوست روسی عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی حکومت کو اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ کریں۔

ہمارے عوام متفقہ طور پر مطالبہ کرتے ہیں کہ اس غیر منصفانہ جنگ کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ بھارت کو ہمارے خلاف جارحیت کی کھلی چھٹی نہ دی جائے اور ہماری خود مختاری اور ہمارا یہ حق بحال کیا جائے کہ ہم اپنے مسائل اپنے عوام کی خواہشات کے مطابق حل کریں

پاک فوج کو حقیر نذرانہ

پاکستان کی سرحدوں پر بھارت کی ناپاک نظریں جمی ہوئی ہیں۔ مانگے کا اسلحہ ڈھیروں جمع ہے لیکن شجاعت اور مردانگی نہ ادھار مانگی جا سکتی ہے اور نہ بطور امداد مل سکتی ہے مگر پھر بھی بھارت کے پٹّے پٹاتے مہرے پاکستان کے جیالوں اور سرفروشوں کو مسلسل گیدڑ بھبکیاں دے رہے ہیں۔

ہماری افواج سرحدوں کی جانب رواں دواں ہیں۔ اللہ اکبر کے نعرے اور نعرۂ حیدری کی گونج ان کے بلند عزائم کو صیقل کر رہی ہے۔ اور ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم' جن کی حفاظت موت کرتی ہے۔ انہیں امام ضامن باندھیں یا نہیں۔ اس لئے کہ جہاد پر جانے والے غازی بن کر لوٹتے ہیں یا شہید کی زندگی پا لیتے ہیں۔

خراجِ عقیدت

ہم سوچ رہے ہیں کہ :

انہیں کیا خراجِ عقیدت پیش کریں کہ وہ اس سے بے نیاز ہیں۔ مگر ان ماؤں کو سلام جن کے جگر گوشے اسلام اور پاکستان کے لئے صف بستہ ہوتے۔ ان بیویوں کو سلام جن کا سہاگ کفن بردوش ہے۔ ہم بھی کتنے کم مایہ ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن پھر ایک حقیر سا نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ

بوستانِ رضا

میں جن فوجیوں نے پلاٹ بک کرائے ہیں جہاد سے لوٹنے کے بعد اُن سے پلاٹوں کی مزید

کوئی قیمت نہیں لی جائے گی

اور اگر شہادت کا تاج انہوں نے پہن لیا تو ان کے وارثوں کو نہ صرف یہ کہ پلاٹ دیئے جائیںگے

بلکہ اتنا روپیہ بھی دیا جائے گا کہ وہ اس پر مکان تعمیر کر لیں

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

سلمان لمیٹڈ ۲۱۱۔ محبوب چیمبرز۔ صدر کراچی۔ فون نمبر ۵۱۶۳۸۹

Regd No : S - 2772
Weekly "Al - Fatah" Karachi
16 – 23, DECEMBER, 1971